

# خدا کا وجود



# گوہر مقصود

مؤلفہ

خادم الوارث الکونین فقیر حضرت خواجہ سیدؔ عنبر علی شاہ وارثی چشتی، اجمیری

ھو الوارث

قطرہ ہائے پیاری کا

# خدا کا وجود

# گوہر مقصود

مؤلفہ

خادم الوارث الکونین فقیر سید عنبر علی شاہ وارثی اجمیری

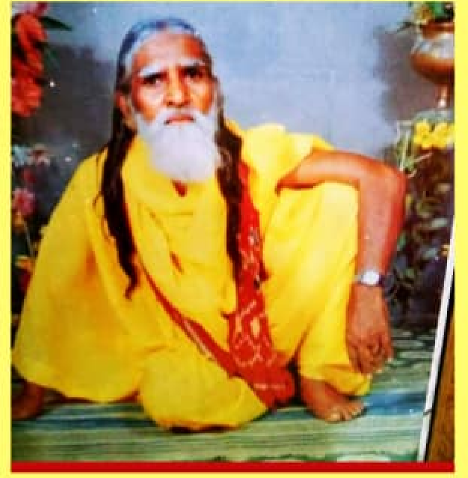
سیکرٹری جمعیۃ الوارثیہ آل پاکستان

دارالاشاعت بیت الوارث المعروف مقامِ حیرت چنیوٹ ضلع جھنگ

مطبوعہ: گیلانی الیکٹرک پریس لاہور ہسپتال روڈ۔




یا وارث
حق وارث



حضرت سید
عبدالسلام
عرف میاں بالکا ابوبکر
رحمتہ اللہ علیہ

فیضانِ نظر

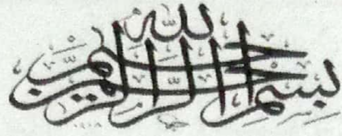
حضرت خواجہ
سید عنبر علی شاہ
وارثی چشتی اجمیری
رحمۃ اللہ علیہ

# عرفانِ سلسلہِ وارثیہ قادریہ

ایف بی گروپ

عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ کی ایک بہترین کاوش
وارثی کتب اب پی ڈی ایف میں آپ سب وارثیوں کے لیے۔
منجانب : رمیز احمد وارثی
جو لوگ سلسلہ کی کتب جو پی ڈی ایف والی پڑھنا چاہتے ہیں
تو اس نمبر پر رابطہ کریں۔

923101157013



نام کتاب : خدا کا وجود گوہرِ مقصود

ہیئت کتاب : فکرِ تخلیقِ انسان

مصنف : خادم الوارث الکونین فقیر حضرت خواجہ سیّد عنبر علی شاہ وارثی چشتی ، اجمیری

کتابت : محمد اظہر عزیزی سلیمانی چشتی ، محمد ارشد عزیزی سلیمانی چشتی

پروف ریڈنگ : خادم الفقراء حضرت سیّد صوفی عبد الماجد وارثی بہ لقب خواجہ بسم اللہ شاہ وارثی (صدر ٹرسٹ و ناظمِ خانقاہ)

معاونت پروف ریڈنگ : جناب اکمل علی شاہ وارثی

طباعت : عزیزیہ پرنٹرز، کراچی (03111-095366)

سرورق : جناب انعام الحق وارثی

اشاعت اوّل : دار الاشاعت بیت الوارث المعروف مقام حیرت، چنیوٹ ضلع جھنگ

اشاعت دوئم : وابستگان خانقاہ بابا حضرت خواجہ سیّد عنبر علی شاہ وارثی چشتی اجمیریؒ (ٹرسٹ رجسٹرڈ 270)

تعداد اشاعت دوئم : 500

تاریخ اشاعت دوئم : ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ، بمطابق یکم جنوری 2018ء

ھدیہ کتاب : -/350 روپے

ملنے کا پتہ :

خانقاہ حضرت الحاج بابا خواجہ

**سیّد عنبر علی شاہ** وارثی چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

پلاٹ نمبر A-1، خانقاہ عالیہ جامعہ وارثیہ اندرونِ میوہ شاہ قبرستان میانوالی کالونی کراچی۔

(۷۸۶)

# خدا کا وجود اور اسکی ہستی

## نذرِ عقیدت

میں انتہائی خلوص سے اپنی اس تصنیف عزیز المسمّٰی بہ:

## خدا کا وجود

بارگاہِ وارثِ کونین مقصودو وسیلتنا فی الدارین کے خادم خاص اعلیحضرت قبلہ وکعبہ حضور پر نور مرشدی و مولائی امام المحبت شیخ العالم الحاج خواجہ حبیب شاہ صاحب وارثی مدظلہ العالی کی نذر کرتا ہوں:

چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی، لقبی، ہاشمی، و مطلبی

خادم الفقرا
فقیر عنبر شاہ وارثی اجمیری

# خدا کا وجود اور اُسکی ھستی

مالک کی اطاعت ہر شخص کا پہلا فرض ہے دنیا میں جو چیزیں بنائی گئی ہیں اس کی کوئی غرض و غائتیں تو ہوتی ہیں بغیر غرض و غایت کے ہر چیز بیکار ہے۔ جب ہم آسمان و زمین، پہاڑ، چرند و پرند، شجر و حجر کی طرف نگاہ کر کے غور کرتے ہیں تو ہم اُن کی غرض جاننے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

انسان اچّھی بنیاد پر پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ طبعی، اخلاقی، روحانی۔

[1] ہمارا کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ حرکت کرنا۔ آرام کرنا۔ غسل کرنا وغیرہ یہ طبعی افعال ہیں۔

[2] ہماری بہادری۔ مظلوم کے کام آنا۔ ہمدردی۔ نیکوکاری۔ سخاوت۔ حسن سلوک۔ عدل۔ بھلائی کی طرف بلانا۔ برائی سے روکنا۔ وغیرہ یہ تمام ہمارے اخلاقی اعمال ہیں۔

[3] اللہ کی عبادت۔ اُس کے احکام کی پابندی یہ ہمارے روحانی افعال ہیں۔

اخلاقی اور طبعی افعال، روحانی افعال کے طابع ہیں۔ ضرورت ہے

کہ ہم اس خالق و مالک کو بھی جان لیں جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے اس کو یوں سمجھو کہ جب ہم ہر مخلوق کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم کو خدا کی پیدا کی ہوئی چیز عجوبہ روزگار نظر آتی ہے۔ ہم انسان سے لے کر خشکی وتری کے جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ کی طرف نظر کریں تو لامحالہ ہمیں کسی کی قدرت کی طرف دھیان ہوتا ہے۔ اور ہر چیز کی بناوٹ مناسب حال معلوم ہوتی ہے۔

جب ہم پیدائش۔ موت۔ رزق وغیرہ کی طرف دیکھتے ہیں تو اُس میں بھی کسی کی یاد آتی ہے۔

دن کی روشنی آفتاب کا ظہور کہلاتی ہے اور رات کی تاریکی میں چاند چمکتا نظر آتا ہے۔ یعنی نہ تو چاند آفتاب کو پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی چاند اپنا تسلُط آفتاب پر کر سکتا ہے یعنی ان دونوں میں کوئی بھی اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جا سکتا ہے۔ غرضیکہ ہمیں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ اس نظام کا ضرور کوئی نہ کوئی مدبّر ہے۔ اور اگر کوئی مدبر نہ ہو تو اُس کی کائنات میں موجودہ نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ یہ کیسی قدرت حق ہے۔ کہ وہ نہ تو آپس میں ٹکراتے ہیں اور نہ بال بھر رخ

بدلتے ہیں اور نہ اتنی مدّت تک کام دینے کے بعد کچھ گھسے اور نہ اُن کے پر
پُرزوں میں کوئی فرق آیا اگر کوئی سر پر مدبّر نہ ہو تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ جو
ایک زمانہ اور بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے۔ پھر ذرا آپ ہی
بتائیں۔ کہ ایسے آسمان اور زمین بنانے میں کچھ شک کر سکتے ہیں۔
اب دنیا میں ہر چیز کی طرف نگاہ کرو۔ تو ٹوٹ پھوٹ اور زوال پذیر نظر آئے
گی اور جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے وہ خدا ہے جو جلال اور بزرگی والا ہے۔
اب دیکھو۔ تھوڑی دیر کے لئے بھی ہم یہ فرض کرلیں کہ زمین ذرّہ ذرّہ
اور ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور اجرامِ فلکی بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ان کو
معدوم کرنے والی ایسی ہوا چلے۔ جو تمام نشانات ان چیزوں کے مٹا دے تو
پھر بھی ہماری عقل اس چیز کو قبول کرتی اور مانتی ہے۔ اور ضمیر بھی اس بات کو
تسلیم کرتا ہے کہ اس تمام ہستی کے مٹنے کے بعد بھی ایک چیز باقی رہ جائے
جس پر فنا طاری نہ ہو اور وہ کسی تغیّر و تبدّل کو بھی قبول نہ کرے اور اپنی پہلی
بات پر قائم ہو کر باقی رہے بس وہی ذاتِ خدا ہے جو تمام فانی صورتوں کو
ظہور میں لایا اور خود فنا کی دست بُرد سے محفوظ رہا۔

کوئی رُوح فطرتاً اپنے خدا کا انکار نہیں کر سکتی صرف منکروں کو اپنے خیال میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار ہے لیکن وہ اس انکار کے بعد اس بات کو مانتے ہیں ہر ایک حادث کے لئے کوئی نہ کوئی محدث ہے وہ اگرچہ اپنے خیال کے مطابق دلیل نہ ملنے کی وجہ سے خدا کے وجود کا اقرار نہیں کرتے لیکن ایک طریقے سے تو اُس نے خدا کا اقرار ہی کر دیا۔

غرضیکہ ہم ہر چیز کی صنعت دیکھنے کے بعد کاریگر کا تصوّر کرتے ہیں اور اسی طرح چرند۔ پرند۔ انسان وحیوان۔ آب۔ آتش۔ ہوا وغیرہ کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہم اس صانع کی صنعت اور اُس کی کردگاری کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نظام بیکار نہیں بنایا گیا ہے جس طرح ایک دلکش تصویر میں مصوّر کے قلم اور اس کے رنگ بھرنے سے اس کی کاریگری کا اعتراف ہے اُسی طرح یہ رنگارنگی اور بُوقلمونی سے خدا کے وجود پر دلیل ملتی ہے جب آپ سورج کو نکلتا دیکھتے ہیں اور چاند کو چمکتا اور تاروں کو جھِلمِل کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو اُس کے پیدا کرنے اور بنانے والے کا اقرار کرتے ہیں۔ جب اُن کے غروب پر نظر جاتی ہے تو اُس کی ہیشگی

کا خیال ذہن اور دماغ میں رچ اور بس جاتا ہے۔

## صفات باری تعالیٰ

جب ہم اس چیز کو سمجھ چکے کہ نظام عالم کا چلانے والا کوئی نہ کوئی ہے اسی ذات کو ہم خدا اور اللہ کہتے ہیں تو ضرور ہے کہ اس کی کچھ صفات سے بھی واقفیت حاصل کرتے جائیں تاکہ معبود حقیقی اور معبود باطل میں امتیاز ہو سکے اور اس سے ہم حق کو پہچاننے میں امتیاز حاصل کر سکیں تاکہ ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ چونکہ ہمارے باپ مسلمان تھے اس لئے ہم مسلمان ہیں خداوند تعالےٰ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ وہ اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور کوئی چیز اس کی نظر سے پردے میں نہیں۔ وہ عالم کے ذرّہ ذرّہ پر نظر رکھتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑے گا۔ اور قیامت برپا کر دے گا۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے وہ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اور وہ ایسا بادشاہ ہے جس میں کوئی عیب نہیں وہ سلامتی دینے والا ہے وہ قوت دینے والا۔ غالب آنیوالا ہے وہ قوت والا۔ غالب آنے والا۔

وہ سب کا محافظ ۔ اور سب پر غالب ہے اور بگڑے کام بنانے والا اور مستغنی ہے۔ جسموں اور روحوں کا پیدا کرنے والا اور انسان کو انسانی صورت میں بنانے والا ، تمام نیکنام جہاں تک خیال میں آسکیں اُسی کے ہیں۔

آسمان کی مخلوق بھی اُسے پاکی سے یاد کرتی ہے اور زمین کے لوگ بھی ۔ وہ بڑی حکمت والا اور غالب ہے وہ ہر چیز پر قادر وتُوانا ہے۔ وہی خدا ہے جو اس تمام عالم کو پالنے والا ، اور ہر پکارنے والے کی پکار سننے والا ۔ اور جواب دینے والا ہے ۔ وہ ہمیشہ رہنے والا ۔ اور تمام وجودوں کا سہارا وہ اکیلا ہے۔ نہ کوئی اُس کا بیٹا ۔ اور نہ کوئی اس کے برابر اور نہ کوئی اُس کا ہم جنس ہے۔ خدا کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا مثل وشریک نہیں وہی ذات ہے جس نے ہر ایک چیز کو اُس کے مناسب حال پر پیدائش بخشی ۔ نہ اُس کو نیند ہے نہ اُونگھ ۔ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کیلئے ہے ۔ وہ انسانوں کے تمام حالات کا جاننے والا ہے اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا وہ بلندی والا اور عظمت والا ہے۔ یہ مختصر صفات ہیں جو ہم نے قرآن سے ظاہر کئے درجہ بدرجہ غور کرتے جاؤ۔ اور اپنے خدا کی محبت میں

تم سرِ نیاز خم کر دو تو تم دیکھو گے کہ تمہاری معصوم فطرت جِلا پاتی جائی گی۔ اور اس کو ایسی روشنی ملے گی جس کو تم کسی صورت میں نہیں بھول سکتے وہ ذات عیبوں کی چھپانے والی اور گُناہوں کی بخشنے والی۔ اور ضروریات کو پورا کرنے والی۔ بلّیات کو دفع کرنے والی اور مشکلات کو حل کرنے والی، بلندی درجات عطا کرنے والی، فتح و کامرانی سے ہمکنار کرنے والی سراپا رحیم و مکرمَت ذات ہے وہ ذات پاک ہے جس کی ہر چیز پر بادشاہی ہے ہم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر واپس جانا ہے۔

## نقلی یا اصلی! باطلی و حقیقی

حق و باطل کا ہمیشہ امتیاز رہا اس کو یوں سمجھو کہ فطرتاً ہمیشہ ایک برتر ہستی کی تلاش رہی جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اس وقت سے ہونے لگتا ہے جب کہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے بچہ" پیدا ہو کر سب سے پہلی خاصیت جو اس سے ظاہر ہوتی ہے وہ ان کی طرف جھکتا ہے۔ اور طبعاً ماں کی محبت ہے جیسے ہی اُس کے حواس آتے جاتے ہیں اُس کی فطرت کا پھول کِھلتا جاتا ہے تو وہ محبت جو اُس کے دل و دماغ میں امانت کی گئی تھی وہ ظاہر ہونی شروع ہوتی

ہے۔ وہ جیسے ہی بڑھتا جاتا ہے تو وہ بجز ماں کی گود کے اُسے کہیں آرام نہیں ملتا۔ چاہے اُسے تم کتنی ہی دُور ڈال دو۔ چاہے اس کے سامنے تم نعمتوں کا ڈھیر لگا دو تب بھی امن اور عافیت اور اگر سچّی خوشی ملیگی تو وہ ماں ہی کی گود ہوگی۔ اب سوچو کہ وہ محبت کی کشش کیا ہے۔ جو اس کو ماں کی طرف بلاتی ہے اور یہ کیا چیز ہے حقیقتاً یہ وہی کشش ہے جو اپنے مالک کے لئے بچہ کی فطرت میں ودیعت کی گئی مال یا اولاد۔ بیوی یا اعزا، دوست وشناسائے محبت وخلوص کسی گم شدہ شے کی تلاش۔ گیت کی طرف روح کا کھچے جانا۔ بنسری کی لے کی طرف توجہ ہونا دراصل یہ سب گم شدہ محبوب کی تلاش ہے۔ روح کا کھینچنا یقیناً کسی لامعلوم ہستی کی طرف ہے۔ ہر ایک جگہ جو انسان تعلقِ محبت پیدا کرتا ہے حقیقتاً اس میں وہی کششِ محبت کام کر رہی ہے یہ والہانہ شیفتگی وعشق کیوں ہے۔ یہ انتہائی جوش وسرمستی کس کے لئے ہے یہ اُسی کی محبت کا پرتو ہے۔

چونکہ اس ہستی کو انسان جانتا نہیں جو سب پر پوشیدہ ہے اپنی جسمانی آنکھوں سے اُسے دیکھ نہیں سکتا۔ اور نہ ہی اپنی ناتمام عقل سے اُس کو پا سکتا

ہے۔اس لئے اُس کو پہچاننے میں بڑی غلطیاں ہوئیں۔

قرآن شریف نے اس کی مثال یوں دی ہے دنیا ایک شیش محل کی طرح ہے جس کا زمین کا فرش نہایت صاف شفاف شیشوں کا ہے پھر ان شیشوں کے نیچے پانی چھوڑ دیا گیا ہے۔ جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے۔ اب نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے تو وہ اس کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے۔ پھر ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے۔ جیسا کہ وہ پانی پر سے چلنے سے ڈرے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے تھے مگر صاف اور شفاف۔ لیکن انسان کی نظر دھوکہ کھا گئی۔ سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں مثلاً چاند اور سورج وغیرہ یہ وہی صاف شیشے ہیں جن کی غلطی سے پرستش کی گئی۔ حالانکہ ان کے سلسلے میں ایک اور طاقت کام کر رہی ہے۔ جو ان شیشوں کے پردے میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے۔ یہ دنیا والوں کی نظروں کی غلطی ہے کہ انہی شیشوں کی طرف کام کو منسوب کر رہے ہیں ابھی طاقت دکھلا رہی ہے۔ اکثر لوگ طاقت کو دیکھ کر ڈر گئے اس کو وہ خدا بنا بیٹھے۔ کسی چیز سے

متاثر ہوئے اُس کو اپنا مالک کہہ بیٹھے۔ کسی چیز نے مسحور کرلیا وہیں عقل کھو بیٹھے اور اس سے مبہوت ہو گئے۔ اسی کو دیوی دیوتا نام دیدیا۔ پس ایسے لوگوں کے لئے قرآن فرماتا ہے۔

جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو وہ مکھی نہ پیدا کرسکیں اگر چہ ایک دوسرے کی مدد بھی کرسکیں تو کرلیں دیکھ لیں بلکہ مکھی اگر اُن کی چیز چھین کر لے گئی ہے تو انہیں یہ طاقت نہ ہوگی کہ وہ مکھی سے اپنی چیز واپس بھی لے سکیں اُن کے پرستار عقل کے کمزور ہیں کیا خدا ایسے ہی ہوا کرتے ہیں خدا تو وہ ہے کہ وہ سب قوتوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اس کو کوئی پکڑ سکے اور نہ مار سکے ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں جانتے اور نہیں پہچانتے کہ خدا کیسا ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ خدا اس کا بخشنے والا، اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوتا لیکن نقلی یا باطل اور بناوٹی خدا کا ماننے والا بجائے دلائل دینے کے لچّر و پوچ باتیں کرتا ہے۔

اور شرمندہ ہوتا ہے۔ وہ پتھر جس کو ہم اُٹھا کر پھنکیں وہ درخت جس کو ہم

کاٹ ڈالیں اور اپنی ضرورت میں کام لائیں وہ گائے جس کو ہم ذبح کریں

اور جو ہماری ضروریات میں کام آئے اور وہ سانپ جو ماردیا جائے وہ

آفتاب ماہتاب تارے جو غروب ہو جائیں کیا وہ معبود حقیقی ہو سکتے ہیں؟

ہماری نگاہیں تو اسی معبود حقیقی کی طرف جائینگی جس نے زمین و آسمان کو پیدا

کیا۔ وہ ذاتِ انسانی جواس کے سمجھنے سے بالکل دور ہے۔

''اس لئے ہر انسان کے لئے یہ لازم ہے۔ کہ جس چیز کو اپنے حواس سے

معلوم کر سکے''۔ اُس کو اللہ کا درجہ نہ دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جواس کی سمجھ سے

بالکلباہر ہے اور ہماری عقل خام ہے۔ درجہ بدرجہ تجربات اس بات پر دلیل

ہیں کہ معبود حقیقی ہمارا مبدا و منتہا ہے۔ ہمارا مال اور جان و آبرو اولاد سب

اسی پر قربان ہیں شرک ایک بدترین جُرم ہے جو کبھی قابل معافی نہیں۔

غرضکہ معبود حقیقی نے انسانی ضروریات کے لئے چوپایوں کو پیدا کیا

اور ہر ضرورت کیلئے مناسب جانوروں کا انتظام کیا۔ زمین پر پہاڑوں کو پیدا

کیا یہ اُسی کا کام ہے وہی ہے جس طرح زمین سے نباتات کو اُگاتا ہے اُسی

طرح ہم کو مرنے کے بعد زندہ کر کے زمین سے اُٹھائے گا۔ ہماری

نجات کے لئے صرف معبود حقیقی کی ذات ہے۔

## پیغام پہنچانے کیلئے پیغامبر کی ضرورت

جب تم یہ سمجھ چکے کے معبود حقیقی کے مقابلہ میں لوگوں نے باطل معبودوں کو ماننا شروع کر دیا۔ اور لوگوں نے خدائی دعوے بھی شروع کر دیئے اور لوگ عقل کے صحیح استعمال سے عاری ہو گئے۔ اور خدا کی دی ہوئی عقل کھو بیٹھے غلط راستے پر اعتماد کرنے لگے مادہ پرستی کیلئے اپنا دماغ صرف کرنے لگے اور ضد و ہٹ دھرمی کو اپنا مالِ کار بنا لیا اور توحید کی بجائے ان معبودانِ باطل کو حقیقی سمجھنے لگے جو بنائے اور پیدا کئے ہوئے تھے ان کی عقلِ صحیح کو چند لمحات کی فرصت بھی مہیا نہ تھی جس سے وہ خدا کی ہستی پر غور کرے ان کی عقل نے مادہ پرستی کی تمام راتیں اُن پر سہل کر دی تھیں اگر کوئی کام اُن کیلئے مشکل تھا تو وہ خدائے قدوس کی وحدانیت اور اس کی عبادات کا شغل تھا وہ خدا ترسی سے غافل ہو چکے تھے غرور پرستی۔ تاریکی اور گمراہی کیساتھ لوگوں کے دماغ پر مسلّط ہو چکی تھی انہوں نے سادہ لوح انسانوں کو بہکانا شروع کیا اگر دنیا خداداد عقل و دانش کا استعمال صحیح کرتی اور کائنات بنانے والے اور

موجودات پیدا کرنے والے کے متعلق سوچتی اور اس کی وحدانیت پر غور کرتے ہوئے عزت نفس کو برقرار رکھا جاتا تو یقیناً دنیا کے انسان ایک ڈگر پر ہوتے۔ دنیا نے پرہیز گاری سے ہٹ کر گناہ کا راستہ اختیار کیا۔ عقل کی دولت کو بیدردی سے برباد کیا۔ جس شرک سے تباہی میں مبتلا ہوئے اس سے بہت سے فائدے حاصل کر سکتے تھے اسی سے وہ ہدایت اور توحید الٰہی کا سبق حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن آنکھوں پر ضد اور تعصب کی پٹی بندھی تھی اور خود پرستی اور خود نمائی انسانی شیوہ بن چکی تھی۔ غرضکہ مختلف بیماریاں اس سَدِّ راہ تھیں۔ اور بد نصیب انسان ان امراض میں مبتلا ہو کر دارین کی سعادت سے محروم ہو رہا تھا۔ یاد رکھئے کہ ہر کمال اپنے ظہور کیلئے اور ہر قوی اپنی شہرت کیلئے اور ہر وصیف اپنی شہرت و نمائش کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا تھا۔ جب قدرت انسان کو پیدا کرنے کے بعد بھی اس کی روحانی زندگی اور تربیت کی ضامن ہوتی۔ اگر اس انسان کو اس کی بھلائی اور بُرائی دونوں صفات اپنے اندر رکھتا تھا اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ یقین تھا کہ انسان اخلاقی اصلاح سے محروم

ہو جاتا۔ غرضکہ اسی خالق و مالک نے روحانی تربیت کا انتظام کیا۔ اور اسی پاک ذات نے تمہیں میں سے آدمیوں کا انتخاب فرمایا۔ تا کہ گمراہی و تاریکی کے سیلاب کو مسدود کیا جائے تا کہ وہ سرکشوں کو ان کی گمراہی اور ظلم پر متنبہ فرمائیں۔ اور توحید خالص پھر رواج پا کر انسانیت امن و سکون کا پیام حاصل کر سکے۔ اسی لئے دنیا میں پیامبر، رسول، نبی کی ضرورت ہوئی۔ تا کہ وہ دنیا سے ظلم اور عدوان کا خاتمہ کر سکے انہوں نے غلط راہ پر چلنے والوں کو تنبیہہ کی اور معبود حقیقی کی قوت و طاقت سے آگاہ کیا حق کا نعرہ لگاتے ہوئے وہ دنیا میں کسی سے نہ ڈرے اور فرمایا کہ:۔

معبودانِ باطل سے ڈرنے کی کیا پڑی ہے حالانکہ تم خدا سے ڈرتے ہی نہیں اور بلا کسی محبت و دلیل کے شرک کر رہے ہو تم ہی بتاؤ کے خدا کا پجاری زیادہ مامُون ہے یا بُت پرست زیادہ مطمئن ہے۔

خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ نبیوں کو اس لئے بھیجا گیا تا کہ کوئی شخص قیامت کے دن اپنی غفلت اور آبائی تقلید کا عذر نہ کر سکے۔

انبیاء آئے اور وہ اس لئے آئے کہ انسان اپنے سچّے مالک کو

پہچانے۔ دوزخ۔ جنت۔ جزا۔ سزا۔ فرشتے۔ اللہ کی کتاب، قیامت کے خیر وشر کے متعلق انہیں صحیح معلومات ہو جائیں اور ان قوانین کے جاننے اور ماننے کا نتیجہ یہ نکلے کہ اُن کی زندگی پہلے اور نیکو کاروں کی سی ہو جائے۔ جس سے دنیا امن و عافیت حاصل کر سکے اور حسبِ مرضی خداوند تعالیٰ ہو۔ ''مِلّتِ حَنفی'' کی اصلی روح یہ تھی کہ کسی شخص کی کسی جماعت پر بادشاہی نہ ہو۔ اور کوئی چیز بھی مخلوقات میں سے خدا نہیں بن سکتی۔

جب اللہ تعالےٰ کی حکمت یہ چاہتی ہے کہ یہ نوع انسانی کے لئے رہبر و رہنما بھیجے۔ تاکہ وہ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف آنے کے لئے بلائے تو لوگوں کے لئے یہ فرض ہو جاتا ہے کہ دل و جان سے اس کی تابعداری کریں۔

اس بھیجے ہوئے انسان کو جس کی تابعداری کرنا لوگوں پر لازم ہے ''نبی'' کہا جاتا ہے نبوّت کی ابتدا کرنے والے حضرت آدمؑ تھے اور اس کے ختم کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تھے۔

# وَحی کی ضرورت

جب انسان اللہ کا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا گیا اور اس میں کچھ اشخاص کو صفات اور حالات و ماحول کے ذریعہ ممتاز بنایا گیا۔ ایسی صورت میں ضرورت ہوئی کہ انسان سے تخاطب کیا جائے یہ اشخاص مبلّغین کی حیثیت میں ''خلقِ عظیم'' سے ممتاز کیئے گئے۔ اور اُن کو ممتاز بنا کر دنیا سے ان کی اہلیت کا لوہا منوالیا گیا۔ پھر ایسے اشخاص کے ذریعہ اپنا پاک کلام جو جبرئیل علیہ السّلام کے ذریعے یا اُن کے توسط سے انبیاء پر نازل ہوا۔ اور وہ انسانوں تک پہنچایا گیا اور اپنے کلام یا وحی کے ذریعہ اپنے احکام قوموں تک پہنچائے گئے۔ اس طرح انسان کو شرف خلافت و نیابت سے نوازا گیا۔ ان احکام کے بعد آپ پابند ہو گئے کہ آپ اپنی زندگی میں خدا کے قانون کی اطاعت کریں اور ہر اس قانون کو ٹھکرا دیں جو قانونِ الٰہی کے خلاف ہو۔ ہر حرکت اُن حدود کے اندر ہو جو آپ کے آقا و مالک نے آپ کے لئے مُقرّر کی۔ آپ کا ہر قانون اس قانون کے مطابق ہو گا جو آپ کے خدا نے آپ کو دیا۔ وہ لوگ جو اس وَحی الٰہی یا احکامِ الٰہی کے پابند رہتے ہیں اُن کے متعلق حکم ہے یعنی وہ لوگ جو ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں اُن کو خوشخبری دے دو کہ وہ اس بہشت کے وارث ہیں جن

کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب وہ عالمِ آخرت میں ان درختوں کے پھلوں میں سے جو دنیا کی زندگی میں اُن کو مل چکے تھے پائیں گے تو کہینگے کہ یہ تو وہ پھل ہیں جو تمہیں پہلے ہی دیئے گئے تھے کیونکہ وہ ان پھلوں کو ان پہلے پھلوں سے مشابہ پائیں گے۔ جو نافرمانی کرتے ہیں اُن کے متعلق حکم ہے:۔ کہ جو شخص مجرم بن کر خدا کے پاس آئے گا تو اس کا ٹھکانا جہنّم ہوگا۔ جس میں وہ رہے گا وہ مرے گا نہیں بلکہ زندہ رہیگا نماز با جماعت گذارنے والوں کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ نجات یافتہ وہ شخص ہے جو اپنے وجود کو خدا کے لئے اور خدا کی راہ میں قربانی کی طرح پیش کرے اور نہ صرف نیت سے بلکہ نیک کاموں سے اپنی سچائی ظاہر کرے جو شخص ایسا کرتا ہے اس کا بدلہ خدا کے نزدیک مقرّر ہو چکا ہے ایسے لوگوں کے لئے نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔!

میری نماز۔ میری قربانی اور میرا زندہ رہنا۔ اور میرا مرنا۔ اُسی خدا کیلئے ہے۔ جن کا پالنہار ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے کوئی چیز اور کوئی شخص اس کا شریک نہیں مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں ایسا ہی کروں اور

اسلام کے مفہوم پر قائم ہونے والا۔ یعنی خدا کی راہ میں اپنے وجود کی قربانی دینے والا سب سے پہلا میں ہوں یہ میری راہ ہے۔ سو میری راہ اختیار کرو اور اس کے مخالف کوئی راہ اختیار نہ کرو ورنہ خدا سے دور ہو جاؤ گے۔

اُن سے کہدو کہ اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو۔ اور میری راہ پر چلو تا کہ خدا بھی تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخش دے۔ وہ بڑا بخشنے والا۔ مہربان ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں!

''ہم نے منکروں کے لئے جو سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتے زنجیریں تیار کر دی ہیں اور گردن کے لئے طوق'' اور ایک جلتی ہوئی آگ کی سوزش۔ (جو مُنکرین کے اعمال کا بہترین بدلہ ہے)

جن لوگوں نے خدائے تعالےٰ کی جستجُو میں پوری کوشش کی تو اس سلسلہ میں ہمارا عطیہ ان لوگوں کے لئے یہ ہوگا کہ ہم ان کو اپنا مقرّب بنا ہیں گے اور اپنا نور دکھائیں گے اور جن لوگوں نے کجروی اختیار کی اور سیدھی راہ پر چلنا نہیں چاہا تو اُن کے دل اور کج کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو

مزید توضیح کے ساتھ بیان فرمایا:۔

جو شخص اس جہاں میں اندھا رہا۔ وہ آنے والے جہاں میں بھی اندھوں سے بدتر ہوگا!

پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ تم اور تمہارے معبودان باطل جو انسان ہو کر خدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ مزید نیکوکار اور اطاعت گذاروں کیلئے حکم ہے کوئی متنفّس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اُس کے لئے مخفی ہیں دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دی جائے گی اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک باغ ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو کبھی مُتعفّن نہیں ہوں گی اور نیز اس میں دودھ کی نہریں ہیں جو سراسر سرور بخش ہیں جس میں خمار نہیں اور اس میں شہد کی نہریں ہیں جن کے ساتھ کوئی گندگی یا کثافت نہیں۔

## دُنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے؟

انسان دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا گیا۔ اور اس کو دیگر جانداروں کے مقابلے میں اچھی بنیاد پر پیدا کیا گیا ہے۔ اسے قوت گویائی بھی عطا فرمائی گئی اسے

عقل سوچنے کے لئے دی گئی۔ بہر حال! وہ اعلیٰ لطافتوں سے آراستہ کیا گیا
پھر تم سوچو کہ اس کو کام کیوں ایسا سپرد نہ کیا جائے جو کہ اس کی بنیادی
پیدائش کے مطابق ہو اس کو زندگی گذارنے کے طریقے آتے ہیں وہ گھریلو
زندگی میں مختار ہے وہ لوگوں میں آپس میں باہمی معاملات رکھنے کے
طریقے جانتا ہے وہ شہری نظم ونسق اور زندگی کو تربیت دینے کے سلسلے سے
واقف ہے اور وہ آئینی جدوجہد اور انتظام مرکز سے بھی آشنا ہے غرضکہ
انسان کو ان تمام چیزوں سے واقف کر دیا گیا ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے
لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں پیدا کیا۔ تاکہ وہ ان سے زیادہ سے
زیادہ فائدہ کم سے کم وقت میں تھوڑی سی جسمانی طاقت کو خرچ کر کے حاصل کر
سکے۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ وہ کونسا اہم اور ممتاز کام ہے جس کے لئے
ہماری پیدائش عمل میں آئی۔

اس کو یوں سمجھئے کہ محبت ہی اصل جان ہے اور وہی ایمان۔ محبت ہی تھی
جو آپ کے خمیر میں ڈالی گئی۔ محبت ہی کے جذبہ سے آپ نے ماں کی ممتا کا
جواب دیا یہی تھی جس سے آپ نے آپس میں میل وجول قائم کیا غرض دنیا

کو دیکھو اس کا تمام مرکز اس کا اصل سر چشمہ محبت ہے محبت کسی کی جائیداد نہیں
کسی سے اگر تمہیں زیادہ لگاؤ پیدا ہو گیا تو وہ تمہاری روح کے لئے باعث
سکون ہوتا ہے اب لگاؤ یہاں تک بڑھا کہ نہ تو تمہیں بغیر اس کے چین اور
نہ اُس کو بغیر تمہارے راحت ہے۔ محبت نے شیفتگی اور عشق کی صورت اختیار
کر لی ۔ بیتی اور گذری ہوئی باتوں سے ہر بات اچھی طرح سمجھ میں آتی
ہے۔ یاد رکھو جتنے تم قریب ہوتے جاؤ گے۔ اتنی ہی محبت میں یگانگت اور
اتحاد بڑھتا جائیگا۔ اور اسی طرح آپس کے بہت سے پردے اٹھ کر ایک نئ
دنیا۔ نئے ماحول اور نئ فضا کا آغاز ہوگا۔ تم ہو گے اور تمہارا ساتھی۔ یہ
مآ و توآ کے جھگڑے اُٹھتے جائیں گے ۔ اس طرح سے قلب میں ایک نئ
جولانی محسوس ہوگی۔ یہ تو تھا عمل تمہارا۔ تمہارا ساتھی کے ساتھ ۔ اب دنیا
بدلی۔ ہوش وخرد آنے شروع ہوئے ۔ چھوٹے ۔ بڑے کی تمیز ہوئی۔
تمہیں اپنے بھائی۔ بہن۔ کنبہ۔ ماں باپ سے لگاؤ ٹھیرا۔ تمہارے تہذیب و
آوازے، بڑوں کی توقیر، اور ان کی عزت کا مطالبہ کیا۔ تمہارا لگاؤ جاری تھا۔
تمہاری محبت میں کوئی کمی نہ تھی تمہاری والہانہ شیفتگی کا وہی عالم

تھا۔ دِل دِل سے ٹکرا رہا تھا۔ قلوب کی صفائی اور اس کا خلوص ایک نئے ماحول اور نئی فضا اور نئے حالات کو جنم دے رہے تھے۔ بہر حال! تمہیں امنگ تھی ایک نئی دنیا کی۔ تم ایک ڈگر پر چل رہے تھے اور ایک نئی شاہراہ پر گامزن تھے۔ دنیا کا قلب آئینہ ہوتا ہے۔ جیسا اثر اس پر پڑے گا۔ ویسا ہی عکس اور ویسی ہی تصویر اس آئینہ میں دیکھو گے اب معصومیت کی دنیا میں ایک نئے دور کا آغا تھا۔ تمہاری خام عقل اب سمجھ والی ہوئی دنیا کو دیکھا باغ میں گئے پھول کھلتے دیکھے کیاریاں دیکھیں۔ رنگا رنگ کے بچے اپنی لطافت دیکھ رہے تھے اور عجائب گھر میں تمہیں قسم قسم کے جانوروں کا تجربہ ہوا۔ اسٹیشن و بازار میں نئے نئے آدمی اور نئی نئی صورتیں نظر آئیں نئی نئی قسم کی گاڑیوں اور بسوں والوں کا تجربہ ہوا۔ آبشار میں ایک نیا لطف محسوس ہوا۔ سمندر کی لہر سے ایک نئی اُمنگ پیدا ہوئی۔ پہاڑوں کی ٹھیکریوں پر ایک نئی دنیا سمجھ میں آئی۔ صبح سورج نکلنے کے سمے اور رات کو چاند کی چاندنی سے تم سدا بہار بن گئے۔ طلوع نے تمہیں شگفتہ کیا۔ اور بہار آفرین کیا اور ہر ضرب سے تم مغموم اور خزاں رسیدہ ہو گئے اب تمہیں تلاش و تجُسس شروع ہوئی

کسی ذات کی اور اب تمہارے مجازی تخیل نے حقیقی محبت کا رنگ اختیار کیا دل نے چٹکی لی اور تم نے شکایت کی کہ یہ محبت تو کسی اور کیلئے ہے تمہاری چاہت نے اب دوسرا راستہ اختیار کیا۔ تمہاری سمجھ نے سِکھایا کہ کوئی اور بھی حقیقت ہے یا ہستی ہے جس کے لئے ہمارا دل کھینچا جا رہا ہے۔ اور ہم اس سے مانوس ہوتے جا رہے ہیں۔ اب تم نے اپنے کو کمتر محسوس کیا اور یہاں سے بندہ و آقا کی تمیز پیدا ہوئی تم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تمہاری محبت نے ( ابراہیت ) کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ تم چھوٹے تھے آپس میں مل بیٹھنے کے لئے چند دوستوں کی ایک مجلس اکٹھا کی تھی اور اُس کے کچھ طریقے بنائے اسی طرح جیسے جیسے تم بڑھتے گئے اور اپنے مالک کو پہچانتے گئے۔ تو مالک نے بھی محسوس کیا کہ اپنے بندوں سے ہمکلام ہو تو اس کیلئے الواح اور کتابیں نازل کی گئیں ان کتابوں کو تم خدا کے وجود، اور اس کے صفات اور پیغام پہنچانے کیلئے پیامبر کی ضرورت ( ونہرو جی ) میں دیکھو جس میں باالتفصیل اُن باتوں کو ظاہر کر آئے ہیں۔ غرض کہ دو مختلف صحیفے، الواح اور کتابیں مختلف پیامبروں پر نازل کی گئیں۔ چونکہ جیسا جیسا زمانہ بدلتا تھا اور حالات میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی گئی اور زمانہ جیسا بتدریج ترقی

پذیر ہوتا گیا ویسے ہی ویسے احکام کی تبدیلی اور ضرورتِ وقت کے مطابق نظام یا سفرا شرے کو احکام دیئے جاتے رہے اور نئے نئے احکام اور نیا نظام ان احکام کی تصدیق کے ساتھ تنسیخ کرتا رہا۔ اسی طرح صحیفوں کی جگہ کتابیں بنتی رہیں۔ وہ کتابیں جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ اس سے قبل دیگر صحائف انبیائے کرام سابقین پر نازل ہوتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک دین کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ (ابھی موسا منی یا شواسرہ) کا محتاج تھا ایک کامل نظام اور کامِل پیام اور ایسی شریعت اور طریقے کا جو بین الاقوامی اعتبار سے تمام پر حاوی ہو سکے۔ اس لئے ہادی برحق، رحمت دو عالم سیّد الانبیاء، نبی مکرّم خاتم النبیین حضرت مُحمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ضرورت تھی تا کہ حضور ممدوح جہاں کے پالنے والے کا ایسا نام دنیا کے سامنے رکھیں جو تمام ادوار اور زمانے کے لئے مفید اور مکمل ہو خدا کی قدرت اور آقا کا بندوں کے نام فرمان قرآن کے نام سے دنیا میں پیش کیا گیا۔ لٰہذا ہم یہ جان

سکے کہ ہماری پیدائش کیوں ہوئی اور ہم کا ہے کے لئے دنیا میں پیدا کئے گئے ۔قرآن نے ہمیں سمجھایا۔!

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنo"

''ہم نے نہیں پیدا کیا انسان و جن کو کسی کام کے لئے لیکن اس لئے وہ ہماری عبادت کریں۔'' اس فرمانِ الٰہی نے بتایا۔ کہ ہماری زندگی کا مقصد اور ہماری پیدائش اس کے سوائے کچھ نہیں کے اللہ کی عبادت کی جائے اور پوری زندگی اس کی غلامی اور تابعداری کے ساتھ بسر کی جائے۔اس لئے ضرورت ہوئی۔ کہ ہم عبادت کے صحیح مفہوم کو سمجھیں اور اس کو جاننے کی کوشش کریں۔ تا کہ ہم صحیح معنوں میں اللہ کے فرماں بردار بندے بن جائیں معصوم فطرت میں یہ بات تو ذہن نشین ہے کہ جب تک ہم صحیح طریق پر کسی بات کو نہ سمجھیں تب تک اس بات کو انجام دینے کی صلاحیت ہم میں نہیں ہوتی۔ عبادت اعبد سے نکلا ہے جس کے معنٰی بندگی اور غلامی کے ہیں۔ یہ تو کبھی سنا ہے کہ مجاز حقیقت کی رہبری کرتا ہے۔اور دنیا عالم مثال ہے اِن مقُولوں کو سامنے رکھنے کے بعد تم عبادت کی اصلی روح سمجھنے کے قابل ہو سکو گے۔

چنانچہ حضور سرورکائنات تاجدارِکونین صلّی اللہ علیہ وَآلہٖ وَسلّم کا ارشاد ہے۔

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّاO

''جس شخص نے اپنے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور اپنے بڑوں کی تعظیم نہیں کی۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

پس چھوٹوں پر رحم کرنا بڑوں کے لئے ضروری ہوا۔ اور چھوٹوں کیلئے یہ لازم ہوا کہ وہ اپنے بڑوں کی تعظیم کریں۔

یاد رکھیئے! کہ بڑوں کی تعظیم میں آپ کو تین باتوں کا خیال ہوگا اوّل تعلق وابستگی۔ دوسرے غُربا پروری۔ تیسرے ادب ولحاظ، جو چھوٹے اپنے عمل میں بڑوں سے مندرجہ بالا تین طریقے جاری رکھتے ہیں تو وہ برائے وقار عزت حاصل کرتے ہیں اس طریقے نے مجاز کے پہلو کو بدلتے ہوئے حقیقت کی طرف توجہ منعطف کی۔ تو گویا اس کی مالک حقیقت کے ساتھ والہانہ شیفتگی وعقیدت شروع ہوئی۔ اب یہاں وابستگی بڑوں سے نہ تھی بلکہ ان بڑوں کے پیدا کرنے والے آقا سے تھی۔

اب محبت میں وفاداری شامل تھی۔ اطاعت سے آقا کی خوشنودی

مقصود تھی ادب و تعظیم کا بجالانا بھی مقدم تھا۔ اس لئے ہمیشہ کے لئے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کردیتا تھا۔ ایسے لوگ جب اللہ کی بارگاہ میں پسند آجائیں تو آقا اس صلے میں فرماتے ہیں۔۔۔ کہ وہ لوگ جو ایمان کا نُور رکھتے ہیں اُن کا نور ان کے آگے اور اُن کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے۔ اے خدا! ہمارے نور کو کمال تک پہنچا۔ اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

جہاز سمندر میں رواں دواں ہے روشنی کا ستارہ روشن ہے ساحل کی رہبری روشن سیّارہ ہی کرسکتا ہے ڈسمروں نے اپنا کام ختم کیا انہوں نے ساحلِ مراد تک پہنچنے کی رہبری کردی اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم ساحل مراد تک پہنچنے کی جدوجہد کرو یا نہ کرو۔ تمام انبیاء کا ایک ہی پیام تھا **"لَاتَعبُدُ اِلَّا اللہ! اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔**

یعنی صرف ایک ہی بادشاہ ہے ایک ہی خالق ہے۔ اور ایک ہی مالک ہے۔ جسکی وفاداری اور اطاعت۔ اس کے ادب و تعظیم ہی سے تمہارا بیڑا پار لگ سکتا ہے۔ اس کی پرستش و پوجا کے کرنے سے تم بامراد ہوسکتے ہو۔ پس اللہ

کی بتائی ہوئی لائن تمہاری صحیح شاہراہ ہے صرف اسی کا قانون ہے جس کی پیروی کر کے گلشنِ قدرت کے پھولوں سے تم اپنے دامنِ مراد کو بھر سکتے ہو۔ یعنی ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم آقا کو آقا سمجھیں اور اس کے رازق اور محافظ ہونے کا اقرار کریں اور اس کے مقابلہ میں اپنا طرزِ عمل ایسا کریں جس سے بندہ بندہ نظر آئے اور وفا داری و دیانت داری ہمارا شیوہ ہو۔ ہر آقا کی تمنّا اپنے بندے سے یہی ہوتی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اس کی خدمت سے منہ نہ موڑا جائے اور اپنے کو رضائے الٰہی کے سپرد کر دیا جائے۔ اور اُس کے دھیان وخیال اور تعظیم ادب واحترام میں اپنے دل کی کھڑکی کھولی جائے۔ وہ کونسا آقا ہے جو بندے سے منہ موڑے کونسا وہ مالک ہے جو بندے کے اِضطرار اور اس کے گڑگڑانے پر توجہ نہ کرے اور اس کو روتا دیکھ کر خاموش رہے۔ ہر آقا اپنے اچھے بندے کا ہوتا ہے فِطری امتیاز سے اور دلی اعتبار سے جب تم اچھا پھول دیکھتے ہو تو تمہارا دل باغ باغ ہو کر کلی کی طرح کِھل جاتا ہے۔ کوئی عجوبہ چیز یا غیر معمولی کام دیکھتے ہو تو نعرۂ تحسین سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہو۔

اچھائیاں پسند کرتے ہو۔ اور برائیوں سے تمہیں نفرت ہوتی ہے۔ پھر سوچو کہ تم مالک کے سامنے کھڑے ہو وہ تم سے اچھی باتیں ہی پسند کرے گا یہ کتنی عجیب بات ہے۔ کہ جس نے زندگی کے لئے ہر قسم کا سامان مہیا کیا۔ اور تمام چیزیں آپ کی خدمت کیلئے وقف کر دیں۔ پھر ایسے مالک کے لئے تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ بندہ ہر حالت میں بندہ ہے خدمت سے منہ موڑنا اس کی صفت نہیں آقا کی مرضی پر اپنے کو حوالے کر دینا یہ انسان کی شان ہے۔

شانِ بندگی حاصل کرنے کے بعد ہی انسان بلندی کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ محمود ایاز کے قصّے سے اُپ کو واقفیت ہے محمود کے پاس ملازمین کی نہ معلوم کتنی تعداد ہوتی لیکن ایاز کو جو امتیاز حاصل تھا۔ دُنیا اُس کو مثالاً پیش کر رہی ہے۔ تمہاری شاعری میں اُن کے اشعار ہیں۔ تمہاری نثر میں اُس کے افسانے بھی موجود ہیں تمہارے عوام کی کتابوں میں اس کے تذکرے موجود ہیں یہ تھی اطاعت اور فرمانبرداری۔ اور احکام و پابندی۔ اور ادب و تعظیم کی عملی مثال تھی۔ ایاز کو محدود کی نگاہ میں ممتاز بنا دیا۔ یہ انسانوں میں انسان کی مثال تھی۔ ایاز نے اپنے کو خدمت کا خوگر بنا کر اور

اطاعت وفرمانبرداری میں اپنی مثال پیش کر کے تاریخ کے صفحات میں جگہ حاصل کرلی۔اب یہاں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ لوگ جو اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑیں یا رسماً اقرار کریں اور تندہی کے ساتھ اس کے احکام پر نہ چلیں اور مقررہ ڈیوٹی کو بھی اچھی طرح انجام نہ دیں اور سستی یا دکھاوا برتیں اور خلاف ورزی کرتے چلے جائیں اور مسلسل بے ایمانی، دھوکا۔ جن کا شعار ہے تم ہی بتاؤ کہ مالک کا وہ اطاعت گذار بندہ کبھی کہلایا جاسکتا ہے۔

## خدا کا اطاعت گذار بندہ

(۱) کسی صورت میں خدا کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کرے گا اور نہ وہ کسی کی تابعداری قبول کرے گا۔(۲) اور نہ وہ کسی کی خوشامد کریگا نہ کسی سے حاجتیں یا مرادیں طلب کرے گا۔(۳) نہ وہ کسی کا حق مارے گا اور نہ حلال وحرام کا خیال کئے بغیر اپنی روزی کے لئے کوشاں ہوگا۔(۴) نہ بے ایمانی اور بدمستی سے دوسرے کا مال طلب کرے گا۔اور نہ گم شدگی اور فحش اور لغویات میں حصّہ لے گا۔اور نہ وہ ظلم وفساد برپا کرے گا(۵) اور نہ کسی کو

اپنا آقا و مالک یا دوسروں کو معین ماننے والا وغیرہ فرض کرے گا۔(٦)اور نہ وہ خدا کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ کر کسی اور کے راستے پر چلے گا۔ غرض کہ آپ کی بندگی یہ ہے کہ آج اپنی زندگی میں ہر وقت اور ہر حال میں خدا کے قانون کی اطاعت کریں اور ہر اس قانون کی خلاف ورزی کریں جو قانون الٰہی کے خلاف ہو۔آپ بندگانِ خدا کی ہمدردی میں بھی ساعی ہوں اللہ کی مقررہ کردہ حدود کو سامنے رکھتے ہوئے بڑھے چلیں ۔ ہر فعل اس اصول کے مطابق ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے غرضکہ آپ کی زندگی اور موت اور آپکی ہر شے کی قربانی پالنے والے اور پیدا کرنے والے مالک کے لئے ہونی چاہیے۔

یاد رکھو ہم آپ کو کسی سے وابستہ کر کے کسی اصول کے لئے قربانی دے دیں تو تاریخ عالم میں آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ بات یادگار ہوتی اور تمہارا اسوہ۔عمل۔طریقہ لوگوں کے لئے یہ عملی مثال رہے گا ایسے ہی اگر ہم اللہ کے ساتھ وابستہ ہو کر رضائے مولیٰ میں آپنے آپ کو پیش کر دیں تو ہمارا طرزِ عمل پُجاری ناخداؤں کے مقابلے میں اُصول و عمل کے لئے قابل تقلید

اور عملی مثال ہوگا۔ اس سلسلے میں نیکو کاروں کی کافی تعداد نظر آئے گی۔ جو صدیق۔ شہدا کہلائے۔ اور جنہوں نے اپنی عملی سرگرمی سے اپنے کو زندۂ جاوید بنالیا۔

حُدود اللہ اور قانون الٰہی کو سامنے رکھتے ہوئے آپ جو طرزِ زندگی اختیار کریں گے وہ آئینہ عبادت ہوگا۔ ایسی صورت میں آپ کا سونا کھانا پینا اور چلنا پھرنا۔ جاگنا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہمدردانہ سُلوک اور بندگانِ خدا کے ساتھ برتاؤ۔ یہ تمام کا تمام کام عبادت ہے۔

انسان اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ خدا کے احکام کو دنیا میں رواج دے اور بندگانِ خدا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے بس یہی اصل زندگی ہے دنیا کے متعلق مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

**چیست دُنیا از خدا غافِل بدُن**

**نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن**

دنیا کے لغوی معنےٰ غفلت خدا کے ہیں ۔ اور اس کے اندر بال بچوں کی مصروفیت۔ چاندی سونے کی فراہمی یا عورت کا فریب حُسن بس اسی

شغف کا نام دُنیا ہے۔

یعنی اس کو یوں سمجھو کہ بنانے والے کی یاد میں بنائی ہوئی اور پیدا کی ہوئی چیزوں کو رضائے مولیٰ میں صرف کرنا۔ اور حدود اللہ کو سامنے رکھنا۔ اور اُس کو اس طرح خرچ کرنا محبوب کو پسند آ جائے وہی عبادت ہے۔

کیا کبھی تم اپنے محبوب سے غافل ہو سکو گے کیا جو چیز اُن کو پسند نہ تھی کیا تم اُسے اختیار کر سکتے ہو۔ وہ مولائے حقیقی جس نے تمہیں پیدا کیا اور رزق دیا اور ہمارے لئے کائنات کو حوالے کر دیا۔ اور اُس پر یہ انعام کہ ہمیں خلافتِ الٰہی سے ممتاز کیا۔ اسی ذات کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں ہمیں لازم ہے کہ ہماری ہر بات خداوند تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہو اور ہم اس کے فرماں بردار بندے کہلائیں۔ مولانا محمد علیؒ فرماتے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے!۔۔!!

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے!

پس یہی عبادت کا خلاصہ ہے اور یہی مرضیءِ مولا ہے جس کے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے ہم فلاحِ دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

عبادت کے لئے زبان اور دِل کی ضرورت ہے عقیدت کے جذبات کے ساتھ پرستش کرو اور دل کی صفائی اور روح کی پاکیزگی کے ساتھ تشکر امتنان کے نذرانے پیش کرو اور مظلوم کی حمایت میں انسانیت کی خدمت کرتے ہوئے رضائے مولا پر قربان ہوجاؤ۔ پھر دیکھو کہ تمہیں اس بارگاہ عالی سے کتنا ملتا ہے۔

قارئین کرام! ہماری زندگی خیالات کے بے اتھاہ سمندر کا مجموعہ ہے کیونکہ سوچنے اور سمجھنے کے بغیر کسی بات کے متعلق اپنا نظریہ قائم نہیں ہوسکتا خیالات دنیا کی زندگی میں کافی انقلابات پیدا کرتے ہیں بعض اوقات کسی اہم بات کو صحیح سمجھ لینے سے ہماری زندگی خوشگوار بن جاتی ہے۔ لیکن جب ہمارا نقط نظر ہمیں ٹیڑھے راستے پر چلانا شروع کردیتا ہے تو تھوڑی دور چل کر ہی ہم بے پناہ مصائب اور آلام سے گذر کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ راستہ زندگی کے خوشگوار حصّہ سے نہیں گذرتا جب خیالات انسان پر ایسا قابُو پالیتے ہیں تو انسان فطرتی تقاضہ کے سبب ہجوم قوّت اِرادی پر اثر انداز ہوتے ہوئے اِسے یا تو بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔ یا

اُسے پستی کی طرف پھینک دیتا ہے۔ لیکن اگر کسی بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو یہ ممکن ہے کہ اِس کا نتیجہ ہمارے حالات کے برعکس ہو۔ جس لمحے میں آپ اپنی قوّت متخیلّہ کھو بیٹھیں تو آپ اس وقت اپنے آپ کو بے کار سمجھیں اور پھر آپ میں کسی کام کے کرنے کی قابلیت باقی نہیں رہتی۔

پس قوّتِ تخیّل ہی زندگی کا سب سے پہلا جزو ہے اور یہی ایک راستہ ہے جس سے آپ کا ہر فعل دل دماغ سے گزر کر عمل کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر انسان کو اپنے خیالات پاک رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ سوچا۔ سمجھا۔ اور جانا بُوجھا عمل دنیا کو اس راستے سے وابستہ کردے۔ جسے مُستقیم یا سیدھا راستہ کہتے ہیں۔ اور یہی وہ راستہ ہے جس پر لوگ چل کر انعاماتِ خداوندی سے نوازے گئے۔ اور باعث انعام واکرام خداوندی ٹھیرے اور اسی راہ پر ہم چل کر کامیاب و بامُراد ہوسکتے ہیں اور اس سے ہٹ کر ہم مقہور و معتوب بن سکتے ہیں لہٰذا عبادت ہی سے ہم منزلِ مقصود حاصل کرسکتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لَوٹ کر جانا ہے پھر جب عبادت ہماری زندگی کا مقصود مُدعا ٹھیرا۔ تو

پھر ہم اپنی زندگی کو اِس طرح کیوں نہ ڈھال لیں جو باعث مکرمتِ مولا ہو جائے۔

## مذھب یا سِیدھے راستے کی ضرورت کیوں ھے؟

ہم اُوپر بتا آئے ہیں کہ قوّت مخیّلہ سے انسان اپنے آپ کو بنا بھی سکتا ہے اور غلط راستے پر بھی ڈال سکتا ہے اِنسان نے جب غلط راستہ اختیار کیا پھر ایسی صُورت میں ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کی قوّت متخیّلہ کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایسے انسانوں کو بھیجا جائے۔ جو خام عقل کو سیدھے راستے کی طرف لے جائیں اسی لئے اُس نے اشتہار کے ذریعے انسان کو اس کی طبعی حالتوں کی اصلاح کی تولید بنا کر اعلےٰ درجہ کی روحانیت کی طرف پہنچانا چاہاہے انسان کو نشست د برخاست اور کھانا و پینا۔ بات چیت کی جانب اور تمام اصلاحِ معاشرت کے طریقے سکھا کر ممتاز بنایا ہے تاکہ وحشیانہ طریقوں سے نجات حاصل کرلے اور اپنے کو ادب و شائستگی سے آراستہ کر کے اخلاق و فاضلہ کا باعث بنے اور اپنے کو اعلیٰ ترین روحانیت کا خُوگر بنا کر خالقِ حقیقی کی محبت میں سرمست اور رضائے مولا میں محو ہو جائے

اور سب وجود اس کا خدا کے لئے ہو۔

ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی کے مقصد کو جانے اور دیکھنے کی کوشش کرے۔ بیخبری اور کم فہمی میں کوئی بات کرنا یہ نادانی اور حیوانی صنعت کہلاتی ہے۔ اور انسانی زندگی کا جوہر آزادی ہے اور اس کا اُجالا اپنی سمجھ اور خدائی بصیرت ہے اِس لئے انسان کو لازم ہے کہ اپنی زندگی کے مقصد کو بنانے کے لئے کوشش کرے سب سے پہلے وہ اپنی سمجھ سے پتہ چلائے پھر اسے اپنے دماغ میں ایک مستقل ارادے کے ساتھ قائم کرے اس کے ساتھ وہ اپنے جذبات وخیالات کو یکسو کر کے عمل کرے تجربوں سے فائدہ حاصل کرے۔ حقیقی روشنی کو پانے کی کوشش کرے جو انسانی زندگی کا مطمع نظر ہے۔

جب تک انسان اپنی زندگی اور حالات پر نگاہ کرتا ہوا مبداؤ منتہا کے لئے کوشاں نہ ہوگا۔ اس وقت تک اس کی زندگی بے روح ہوتی ہے۔

## موجودہ زمانہ کیسا ہے؟

اس کے متعلق کئی متضاد رائیں دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں۔ بعض لوگ اسے

روشنی کا زمانہ کہتے ہیں اور بعض اس میں مادہ پرستی کے بڑھتے ہوئے اندھیرے کے سوائے کچھ نہیں کہتے ہیں بعض کے خیال میں یہ زمانہ خود ایثاری کا ہے۔ بعض لوگ اسے خودغرض کا جال بتاتے ہیں بعض لوگ آثار زمانہ کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا بھلا ہے اور بعض کو ایک ڈراونا مستقبل دکھائی دے رہا ہے۔

یہ زمانہ ہلچل۔ تبدیلی۔ گڑبڑ۔ بدامنی، بے چینی کا زمانہ ہے عالمگیر جنگ کے شعلے انسانی تہذیب کو بھسم کرنے کے لئے اٹھ رہے ہیں۔ سخت ترین اَلمناک قحط۔ وبائیں۔ متضاد خیالات۔ مذہبی تعصّبات اور مذہبی تنازعات پھیل رہے ہیں جینا دن بدن مشکل ہوتا جا رہا ہے باہمی نفرت اور مقابلہ روزانہ رو بہ ترقی ہے۔ سائنس آلہ تباہی بن رہی ہے مذہب کو خود پرستی کا نمونہ بنا دیا گیا ہے دو بڑی جنگیں انسانیت کا خاتمہ یا تباہی کا المناک منظر پیش کر چکی ہیں۔ انسانی دنیا میں لڑائی صاف طور پر ایک مکروہ اور تباہ کُن بُرائی ہے مگر ایسا بھی ہوتا ہے کہ برائی کے اندر بھلائی نمایاں ہو جیسا کہ ہر جھوٹ یا دھوکے میں کوئی نہ کوئی واقفیت نمایاں ہوتی ہے جیسا کہ ہر جھوٹ یا

دھوکے میں کوئی نہ کوئی سی بات خراب ہوتی ہے اب ہمارے لئے یہ بات ناممکن ہوگئی ہے کہ موجودہ اقتصادی سیاسی نظامات سے ہم بالکل مطمئن ہو سکیں۔

دنیا میں یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ دنیا میں ان کی کیا حیثیت اور کیا کیا حقوق ہیں اور کیسی طاقت ہے اس میں اب مجہول طاقت سے بیزاری پیدا ہو چکی ہے انسان ایک حالت پر مطمئن نہیں رہتا۔ اس کی فطرت ہمیشہ ترقی پسند واقع ہوئی ہے۔ یہ ایک قانونِ زندگی ہے کہ جب کسی زندہ شے کی ترقی رُک جائے تو وہ لازمی زوال پذیر ہونے لگتی ہے۔ زندگی ٹھہراؤ کو جانتی نہیں وہ اگر آگے کو نہ بڑھے تو پھر پیچھے کو ہٹنے لگتی ہے۔ پس زندگی کی تمام صورتیں صرف اس شرط کے ساتھ ہی زندہ رہ سکتی ہیں کہ وہ اپنے ماحول اور اپنی فطرت کے ہم آہنگ ہوں چونکہ ماحول لگاتار بدل رہا ہے اس لئے جو لگ بدلتے ہوئے ماحول کے ساتھ ساتھ خود بدلنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ وہ اپنی ہستی کھو بیٹھتے ہیں یہ انسان ہی تھا جس نے اپنے دل دماغ اور دو ہاتھوں کی بدولت زمین کے چہرے کو بدل دیا زمین اور سمندر اور ہوا کو قابو

کرنے کی کوشش میں کامیاب ہوا۔ اور سمندر کے اوپر اور اس کی تہہ میں چلا گیا۔ بادلوں سے اوپر اُڑا۔ دریاؤں کے رُخ بدلے سمندروں سے رشتے جوڑے۔ زمین کے پردے کھولے ستاروں کی تحلیل کی اور ان کا وزن معلوم کیا۔

اس طرح زندگی نے علم کی جانب رہبری کی ہمارے تجربات میں بہت سی باتیں آئی ہیں۔ ابتدائی دھوکوں اور غلطیوں سے فائدے حاصل کیئے کافی بیداری حاصل کرنے کے بعد انسان میں خودسری پیدا ہونے لگی۔

جنگیں، وطنیت، قومیت، اور تہذیب کی تلاش میں ہوئیں اب تو یہ خیال پیدا ہو چلا ہے۔ کہ (۱) کوئی شخص کسی کا غلام نہیں ہوسکتا۔ اور ظلم کو برداشت نہیں کرسکتا۔ ہر فردِ بشر آزادی کو اپنا پیدائشی حق سمجھا ہے اب شہنشاہیت کسی کو منظور نہیں کوئی شخص یہ نہیں چاہتا۔ کہ لوگوں کی حکومت کی باگ ڈور لوگوں کی خاطر خود لوگوں کے ہاتھوں میں ہو۔

(۲) اقتصادی طور پر جب یہ ذِہن نشین ہو گیا کہ وہ تیز و تند مقابلہ کر کے اور پالیسی بغض و عناد جو قوموں کے درمیان لڑائی پیدا کر کے لاتعداد مردوں اور عورتوں اور بچوں کی فاقہ کشی اور جسمانی ہلاکت پر منتج ہوئے ہیں ہنڈیات

کی تلاش اور وطنیت اور قومیت کی پیداوار ہیں۔ دراصل اقتصادی وجوہات سے پیداوار ہے۔ اور یہ اس وقت نابود ہو جائیں گے جب لوگ اپنی اجتماعی زندگی ایک مختلف بنیاد منظّم کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور باہمی تعلقات کو مجادلہ سے تعاون اور نفرت سے محبت میں بدل لیں گے۔ اور جب محبت اور پیداوار کو طاقت کی بجائے انصاف کے اصول پر بانٹا جائے گا۔

پس مندرجہ بالا وجوہ کے سبب اس طرح سے انسان کو اپنی جُداگانہ فردیت کا احساس ہوا۔

ایسے شخص نے اپنے چشم اور ذہن کے ذریعے نئی شان اور عظمت پائی اس نے نئی طاقت اور نئی موافقت اور نئی خوشی اور نئے ماحول کے بل بُوتے پر لوگوں کو تبلیغ کرنا شروع کیا۔ اسی طرح سے انسانی زندگی میں انتشار پیدا ہونا شروع ہوا۔ اور فرد کی شخصیت کا ظہور ہوا۔

فرد کے ساتھ لوگ ملے جس طرح ہمارے چہرے۔ قد۔ آوازیں اور مذاقات مختلف ہوتے ہیں اسی طرح ہماری قابلیت۔ صلاحیت۔ جزبات۔

خیالات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض لوگ پُر حرکت ہوتے ہیں۔
بعض ڈھیلے ڈھالے اور بعض طاقت ور ہوتے ہیں۔ بعض کمزور۔ بعض کی
بناوٹ نہایت نفیس ہوتی ہے بعض کی موٹی اور بعض کی بھدّی۔ لہذا یہ
اختلاف زندگی اور اقوام کے درمیان یہ ناگزیر ہے اسی طرح سے مختلف
طبائع۔ اور مختلف اشخاص نے اپنی خود غرضی ۔ ابلہ فریبی اور خیر مآلاندیشی۔
ذاتیات کو اور دوسری برائیوں کے ساتھ صرف مادیات کو سامنے رکھتے
ہوئے ورغلانا شروع کیا۔ پس اس طرح دنیا نئے نئے گروہوں اور
معاشروں میں تقسیم ہوگئی۔ سب سے زیادہ چالاک فیشن اور طاقت ور نے
انسان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی کجکلاہی اور شہنشاہیت کو رواج دیا۔
اسی طرح سے انسان کا انسان کی غلامی میں مبتلا ہو کر بہت سی بُرائیوں کا
خون ہو گیا۔ عیش و عشرت ، عیاریاں اور مختلف بُرائیاں جگہ جگہ پائی گئیں۔
اس طرح تہذیبِ انسانی کی بنیاد مادہ پرستی پر چلی اس لئے انسانی معاشروں
کو تاریخ وقت اور مصیبت کی کہانی بنی۔ قید و بند کی مشکلات پیدا ہوئیں۔
مرکز وجود سے طاقت۔ روشنی محبت اور خوشی معدوم ہونے لگی۔ اس طرح اندرونی

مخالفتوں سے فرد کی عزت داغدار ہوئی۔ اور قوت حیات کو برابر نقصان پہنچتا رہا۔ اور وہ اُچھلتی ہوئی اور بڑھتی ہوئی طاقت آئندہ کیلئے مجتمع نہ ہوسکی۔ جو خود کو اُس کی موجودہ حدود سے پرے نہ لے جاسکی۔

اس اندرونی تفرقہ اور خلفشار کے باعث ہماری عمریں قہقہوں کہانیوں میں گُزرتی وجود کی نشونما رُک گئی۔ بعدازاں زندگی ناکامیاب دکھائی دینے لگی۔ سخت گیر خیالات، اور مختلف تقاضائے بشری اور تعصب اور توہمات اور خام خیالات نے جگہ پالی گئیں اور مختلف قسم کے خوف پیدا ہوئے۔ روپے۔ کپڑے۔ آرام۔ لذات۔ شہرت۔ ہماری ترقیات میں حارج ہوئیں۔ انسان نے مادیات کے، تصوّر سے انہی سے محبت کرنا سیکھا۔ سطحی زندگی نے دوسروں کے ساتھ رگڑ پیدا کی۔ آج دنیا میں انسان عقلی طریقے پر چلتا ہوا باوجود حیرت انگیز علمی ترقی کے اور توسیع کے نہایت خوفناک اور تباہ کُن مصائب کا شکار ہوا۔ دنیا میں لذت کی کوئی کمی نہیں خاص طور پر موجودہ زمانہ میں علمی ایجادات نے نہ صرف وسائل لذات کو فروغ دیا ہے بلکہ ان کے حصول میں کافی آسانیاں بہم پہنچا دی گئی ہیں جو لذّتیں صرف

شہنشاہوں کے حصّے میں آسکتی تھیں اب اُنہیں ایک معمولی آدمی بھی ناکافی خیال کرتا ہے۔ آج ایک طرف انسانی خواہشات پر اچھلا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف انسانی عقل ساتھ ہی ساتھ اُن کے پورا کرنے کا سامان مہیا کر رہی ہے۔

لذّات بعینہٖ عارضی اور بیرونیات پر ہی ہوا کرتی ہے۔ اُن کا حصول دولتِ حیات کے خرچ پر ہوتا ہے۔ اور ان سے زندگی کوئی جمع ہونے والی قدر حاصل نہ کرسکی ان کا جوابی مظہر لازمی طور پر پُر درد اور غم سے بھرا ہوا اور مزاحیات لئے ہوئے ہوتا ہے۔ جس طرح سے چھلنی میں پانی ٹھیرنا مشکل ہے اسی طرح لذّات سے تسلّی ملنا محال ہے لذات کے پیچھے دوڑنے والا شخص گویا کھاری پانی ہے وہ اپنی پیاس بجھانی چاہتا ہے لذات پرستی ایک طرح کی واقعی خودکشی ہے اس کے چھل اکتاہٹ، بیماری، جہالت اور سبکی ہیں اس کی پیروی تمام نفسِ احساسات کو برباد کر دیتی ہے۔ لذات کا شوقین خود پرست ہونے کی وجہ سے ایثار کی قابلیت نہیں رکھتا۔ لذات پرستی غلبۂ حیوانیت کو ظاہر کرتی ہے، اسی طرح مادیاتی تتبّع میں لوگوں نے نئے نئے فرقے بنائے

اور نئے نئے ازم پیدا ہو گئے اور اپنے اثرات تقاریروں نیز دیگر چالوں سے انسانوں کو معبودانِ باطل کا خوگر بنا دیا کہیں صرف فطرت کا تصور انسانی زندگی کے لئے پر سکون محسوس کیا گیا۔ کہیں صرف اخلاقیات نے انسانی زندگی کیلئے لائحہ عمل کا کام دیا۔ اس نے ترقی پا کر کمیونزم اور سوشلزم کی صورت اختیار کی بہت سے مدّیوں کو لذات کی تتبّع میں سند دے دی گئی۔ اور اس نے سوسائٹی اور معاشرے کے لئے ایک قانون اصول عمل، طریقہ کی صورت اختیار کر لی اور تمام معاشرے کیلئے لازمی ہوگئی۔ اس طرح انسان نے جو چاہا اپنا قانون بنایا اور اسی کے مطابق معاشرت کو بھی ہدایت کر دی گئی۔

یہ یاد رکھیئے کہ انسان لذّات اور عیش کی طرف جتنا متوجہ ہوتا ہے اتنا ہی وہ مشکلات میں پڑتا ہے اور زندگی کو وبالِ جان سمجھتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کمیونزم اور سوشلزم کو معاشرت سے سند مل گئی اور ان کی خرابیاں بھی سوسائٹی اور معاشرے کے لئے اصولِ زندگی بنا دی گئیں نتیجتاً اگر آپ کسی سے پوچھنے بیٹھ جائیں اور آپ کہیں کہیئے حضرت کمیونزم اور

سوشلزم سے آپ کو کیا واقفیت ہے۔ تو اس کا جواب وہ یہی دیں گے کہ حضور آج کل اپنے کو کمیونسٹ اور سوشلسٹ کہنا فیشن ہو گیا ہے۔ اس لئے میں اس عقیدے سے متعلق ہوں۔ حالانکہ وہ اصولوں سے واقف نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی وحدانیت کے لئے قدرت نے جس طرح انسان کو عقل کے جوہر سے نوازا۔ اسی طرح دنیا کو مختلف اور رنگا رنگ عجائب وَ غرائب سے مُزیّن فرمایا۔ تا کہ ایک صحیح العقل انسان ان قدرتی مظاہروں کے ساتھ ساتھ نہایت آسانی سے دنیا کے بنانے والے وجود پر دلیل حاصل کر سکے اور ایک ہلکی سی نظر میں اور تھوڑی سی اپنی توجہ صرف کر کے توحید باری اور اس کی الوہیت پر غور کر کے اُس کا قائل ہو سکے۔ اسی لئے آسمانی کتب اور خدا کے کلام میں مسلسل دلائل موجود ہیں جس میں اہلِ بصیرت اور اہلِ فکر سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ غور اور فکر کر کے اس سے عبرت حاصل کریں۔ اہلِ علم اور اہلِ یقین ان نشانیوں سے سبق حاصل کر کے لوگوں کے دماغوں پر اثر ڈالیں اب ذرا اس بات پر غور کرو تنگ عقیدے کس طرح پیدا ہو کر وبا کی مانند پھیل جاتے ہیں۔ بھلا کوئی شخص اپنی

آنکھوں کی بینائی پر اعتماد کھو بیٹھے تو اس کی حالت کیا ہوگی۔ ایسے شخص کو ہمیشہ دوسروں کی سند کا سہارا لینا پڑے گا وہ دوسروں کی غلطی یا دھوکے سے بچنے کا راستہ نہ پائیگا۔ اور جسے اپنے پیرو مرشد یا تو لیڈر یا ڈکٹیٹر سمجھے گا یا مانے گا وہ اس کے ہاتھ میں ایک بے شعور آلے کی مانند ہی استعمال ہوگا۔ یہ مَت و اصول کوئی سچائی رکھیں یا نہ رکھیں ایک دوسرے کی تردید ضرور ہی کریں گے۔ اسی طرح سے کئی فرقے اور کئی مَت ظہور میں آئے لیکن ان میں ہمیشہ تنگی اور تاریکی موجود رہی۔ روایتی ملکی اور قومی۔ نسلی بنیاد پر ھڑے بندیاں ہوئیں ایک مستقل اور نا قابل عبور تفرقے پیدا کئے گئے اس طرح دنیا کا امن خطرے میں پڑ گیا۔ وحدت کی امن پسند تباہ کی گئی۔ اور ذہنی غلامی نے جگہ پا کر انسان کو سچائی سے ہٹایا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب تک انسان اپنی زندگی کے اصل مقصد کو حاصل نہیں کرتا تب تک اسے پائیدار تسکین حاصل نہیں اور خوشی کسی طرح نہیں مل سکتی ایسی صورت میں لازمی ہے کہ دنیا کا امن برباد ہوگا اور دنیا سکون حاصل نہ کر سکے گی۔ ہر ایک شخص کی زندگی کی قیمت و عظمت اس کے

مقصد سے واضح ہوتی ہے جس کے لئے وہ جیتا ہے کُنبے کی خاطر جینے والے کی زندگی اس زندگی پر فوقیت رکھتی ہے۔ جو فرد شخصی حفاظت اور راحت کے لئے بسر کی جائے۔ اسی طرح قوم کے لئے جینے والے صرف اپنے کُنبے کی خاطر جینے والے پر اشرف و امتیاز رکھتے ہیں اور کل نوع انسانی کی بہتری میں مصروفِ زندگی صرف اپنی قوم ملک کی بھلائی میں مشغول زندگی پر بلا شُبہ فضیلت رکھتی ہے۔ اور ان سب میں بہتر زندگی یہ ہیکہ جو اللہ اور اللہ والوں کے لئے ہے اور یہی اصل زندگی تھی اور یہی اصول تھا۔ اس میں دنیا سکون حاصل کرتی تھی یاد رکھو کہ جب بھی ذاتیات انسان کے درمیان میں آئیں دنیا کا امن برباد ہوا۔ ایسی صورت میں جبکہ دنیا عقل سلیم کا جائز استعمال نہ کرسکی اور اس کو مادیات میں صرف کر کے صانع کائنات اور خالق موجودات کی ہستی سے روگردانی کی گئی۔ اور روحانیات کو داغدار بنا کر تباہی خرید لی اس کا لازمی نتیجہ اطمینان و امن کا خاتمہ تھا۔

انبیاء علیہم السّلام انہی حالات میں تشریف لائے مذہب کی ضرورت ان ہی صورتوں میں لاحق ہوئی۔ انہوں نے صلح و امن۔ سچائی۔ نیکی کا پیام۔

دنیا کو ایک توحید خالص کے ساتھ اس آدم کی خودی کو بلند کیا یہ خدائے رؤف وکریم کا احسان وکرم تھا کہ اس نے کفر وطغیان اور مادہ پرستی اور تاریکی میں امنڈے ہوئے سیلاب کو مسدُود کرنے کے لئے ارواحِ طیبہ اور نفوسِ قدسیہ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ گمراہوں اور سرکشوں کو ان کے ظلم اور بُرائیوں سے متنبہہ فرمائیں اور ان کو بتائیں کہ وہ اپنی عقل سلیم سے کس طرح غلط اور ناجائز فائدہ حاصل کررہے ہیں یہ خداوند تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ اس نے عقل انسانی پر اپنے محاسبہ کی بنیاد وقائم نہیں فرمائی ورنہ اندیشہ تھا کہ بجز پاکیزہ نفوس کے کسی کو نجات یا ابدی نجات کی راہ ملتی۔

انبیا علیہم السّلام کے مسلسل تبلیغ۔ محنت۔ کاوش اور روک تھام کے باوجود لوگ غور وحل کے لئے تیار نہ ہوئے غلط راستے پر نہ صرف اعتماد اور بھروسہ کیا ہے بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی کو اپنا ذاتی شعار بنا کر نوعِ انسانی کے شرف وامتیاز کو زائل کرنے کی کوشش کی اور صحیح راستہ بتانے والوں کے خلاف روحانی اور جسمانی تکالیف کا سامان مہیّا کرنے پر تمام عقل خرچ کردی اور خدائے قُدوس کی الوہیت اور توحید خود بنائی۔ اور اس میدانِ

کفر میں خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کو موثر بالذّات مان کر ان کی پُوجا میں مشغول ہو گئے۔ جب انبیاء کی موجودگی میں ان ننگِ انسانیت انسان نے عقل کی قیمتی دولت کو اس بیدردی کے ساتھ برباد کر دیا۔ تو تم ہی غور کرو کہ پھر اُن کی عدم موجودگی میں بدنصیب انسان کیا نہ کرتے۔ اسی بنا پر ہر زمانہ کے نبی نے اپنی اپنی قوم کی نبض شناسی کرتے ہوئے اس قوم کے ہتھیاروں کے بیکار کرنے کی کوشش ثابت کی ہے اور اپنی قوم کو بتایا کہ جن چیزوں سے تم شرک کی مصیبت میں مبتلا ہو وہی چیزیں تم کو ہدایت اور توحید خالص کا سبب دیتے ہوئے نجات اور صراطِ مستقیم کی راہ پر فائز المرام کر کے اس بلند مقام پر پہنچا سکتی ہے جو کہ انسانیت کے لئے صحیح معنوں میں معراجِ کمال ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم حضرت ابراھیم علیہ السّلام کے مِشن اور اُن کی تعلیم کو لوگوں کی ہدایت اور تعلیم کے لئے پیش کر دیں تا کہ آپ موجودہ دور کے آئینے میں گذشتہ چہروں کو بے نقاب دیکھ سکیں اور اس طرح سے آپ پر یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ مذہب نے دنیا میں کیا انقلاب پیدا کیا۔ اور اس کے

دُوررس نتائج نے تمرّد و سرکشی بغض وحسد۔ خود پرستی اور خودنمائی کے پنجہ سے کس طرح نجات دی۔

ہمیشہ یادرکھو۔ کہ وہ اشخاص جو کہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ دارین کی سعادت سے ابدالآباد تک محروم ہو جاتے ہیں۔

## بائبل کی تھذیب اورؔ مادہ پرستی کا عروُج

بائبل کے قدیم کھنڈرات آج بھی تہذیب سابق کی عظمت اور اُس کی سر بلندی کا اظہار کر رہے ہیں دُنیا حیران ہے .بہت سی مقتدر شخصیتیں آثار قدیمہ اس امر پر متفق ہیں کہ بائبل کی تہذیب اپنی ترقیات اور مادی ذارئع اور وسائل کو لئے ہوئے اس بلندی اور عظمت کے ساتھ رواج پذیر تھی جو کسی ہر حالِ آئینہ موجودہ دور تہذیب کی ترقیات سے کم نہیں۔

مادی طاقتوں کو تحفظ اور سلطنت کے بقاء اور اس کے نظم کے لئے جن اشیاء کی ضرورت ہے وہ تمام اس دور میں فراہم تھے اس زمانہ میں سحر وجادو اپنے کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ علم نجوم اور فراست کے ماہر کافی تعداد میں فراہم تھے غرض یوں کہو کہ اس دور میں وہ سب کچھ تھا جو ایک دنیوی طاقت کے

پاس ہوا کرتا ہے۔ اس زمانہ میں یہی چیزیں بنوائی ہیں چاہے عنوان اس کا کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ یورپ کے پاس آجکل جو کچھ ہے وہ سب اُن کے پاس فراہم تھا۔

بابل کی نمرود پرست قوم کے پاس عالیشان محل تھے فوج تھی اور خزانے میں لاتعداد روپیہ تھا۔ سی۔ آئی۔ ڈی پولیس اور عدالتیں باقاعدہ جاری تھیں اور جیل خانہ کا بھی انتظام تھا۔ ہر ایک محکمہ باصلاحیت موجود تھا۔ اگزیکٹیو کونسل کے وفادار موجود تھے۔ علومِ نجوم کافی سے زیادہ تھا جس کے ذریعے برسوں پہلے انتظام ہو جانا معمولی بات تھی سزا کے طریقے نہایت سخت تھے علاوہ ازیں اُمرا وزرا کے لئے عیش وعشرت کا کافی اہتمام اور وہ تمام لوازم موجود تھے جو ایک مادہ پرست قوم کے لئے ضروری ہیں۔ غرضکہ یہ تمام کچھ تھا۔ لیکن اتنی عظیم الشان تہذیب میں خدا کی پرستش کا چرچا مطلق نہ تھا۔ اور فطرتِ سلیم اس راہ سے گُم راہ تھی۔ عقلاً کے ذہن خالق کو سمجھنے سے بالکل عاری تھے اجسام غلویہ اور اجرام فلکی کو موئثر بالذات سمجھ لیا گیا تھا۔ عبادت کے لئے ستارے۔ چاند۔ سورج اور دیگر مصنوعات وغیرہ منتخب شدہ مقرر

تھے۔ بادشاہ کی ہستی اُن کی کائنات کے لئے کافی شافی تھی وہ بادشاہ پرستی میں اس قدر فدائی تھے کہ وہ کسی طرح اپنی عقل سے خدا کے متعلق غور نہ کر سکتے تھے۔ ان کی عقل مادہ پرستی کے لئے وقف ہو چکی تھی۔ وہ تمام علوم کے کتبہ سے باخبر تھے لیکن اُن کے ذہن و دماغ میں کسی طرح خدا کی توحید اور اس کی ربُوبیت نہ آسکتی تھی۔ وہ غافل تھے خدا پرستی سے۔ اور انبیاء کی تعلیم سے بالکل عاری ہو چکے تھے۔

عیش وعشرت کی پینگیں تھیں اور وہ تھے ان کے ذہن و دماغ میں یہ نہیں تھا کہ ہم کو مرنا بھی ہے۔ بلکہ یہ گمان تھا کہ ہم حیاتِ ابدی لے کر یہاں آئے ہیں اور یہ اُن کا قول تھا۔ کہ اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے! بہر حال! آہستہ آہستہ رعایا ورغلائی گئی۔ اور زہریلے عناصر سے اعیان مملکت اور مندوبین واراکین و دیگر وفادارانِ ازلی سے متاثر کرنا شروع کیا۔

فطرت سلیم پر اس طرح کُھلے بندوں ڈاکہ ڈالا جا رہا تھا۔ نمرود کی تصویر پر ایک گھر میں پرستش کے لئے لٹکادی گئی تھی اور بادشاہ پرستی کا قانون

وضع ہوا اطاعت و پرستش دونوں ہم معنے الفاظ قرار دیئے گئے اور بادشاہ کی پوجا واجب ہی نہیں بلکہ شرطِ وفاداری قرار پائی۔

اس جبر و استبداد کے خلاف آواز لگانے والے سخت ترین مصیبت میں مبتلا کئے گئے اس طرح رائے عامہ کا خون کیا تھا اور انسان کو انسان کا غلام بے دام بنایا گیا۔ غرضیکہ صاف طور پر یہ کہنا چاہیے کہ کائنات کا نظام زندگی تباہ ہو رہا تھا۔

دنیا کے تمام معاصی اُن کی نگاہوں میں قابلِ فخر تھے انسانیت داغدار تھی حرام اُن کا شعار تھا۔ اور دنیا کا کوئی گناہ ایسا نہ تھا۔ جو انہوں نے چھوڑ دیا ہو لوگ کفر پر مائل تھے آخرت اور خدا کے منکر تھے یتامیٰ کا مال کھانا۔ ڈاکہ زنی اُن کا شیوہ تھا۔ اُن کے پاس غیرت نہ تھی اور حیا نہ شرم۔ بے حیائی انہیں ورثہ میں ملی تھی شراب کو پانی کی طرح سے پیتے تھے زنا کاری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بہر کیف اس نازک دور میں کوئی ایسا گناہ اور عیاشی نہ تھی جس کو انہوں نے رواج نہ دیا ہو اور عقل سے تمام کائنات چلائی جا رہی تھی ۔ اس ناقص عقل نے کن کن خرابیوں میں لوگوں کو ڈالا

سرمایہ دار نے کمزور پر قبضہ کیا لوگوں نے صرف اپنے نفس کے لئے عیش و عشرت کی خاطر لوگوں کے حقوق چھینے۔ اِن ہی حالات میں آمادہ فساد ہوئے زمین۔ زن۔ زر کے جھگڑے بروئے کار آئے۔ ظلم وعدوان کو جگہ ملتی رہی۔

تو ہم پرستی شروع ہوئی۔ جس چیز کو جسامت میں بڑا دیکھا اُسی کا احترام شروع کر دیا۔ جس چیز سے کوئی تکلیف یا فائدہ دیکھا اسی کو سجدہ کرنے لگے۔ اسی طرح پتھر۔ کیڑے اور شیر بلّی۔ بکرا۔ گائے۔ چوہا۔ پودے۔ درخت۔ چاند۔ سورج اور دیگر سیاروں کی پرستش کا آغاز ہوا۔ اور مختلف عجیب وغریب نظریات قائم کئے گئے بھوت۔ پریت اور دیگر مافوق الفطرت اشیا کے بارے میں تصوّرات قائم کئے گئے۔ ارواحِ خبیثہ اور دیوتاؤں کی ناراضگی کے خیالات ذہن میں جاگزین ہوئے۔ اُن کے اثرات دور کرنے کے لئے مختلف طریقے رائج ہوئے بہر حال! عیش و عشرت کو جگہ ملی اور باطل پرستی لوگوں کے دلوں میں رچ اور بس گئی۔ وہ دور بظاہر ترقی یافتہ اور موجودہ دور کی طرح کھلا پُر فریب کہلا سکتا تھا لیکن

رہرِوحقیقت اور متلاشی حق اپنی منزل مقصود سے کوسوں دور ہو چکا تھا۔
دولت اور طاقت ۔ حکومت اور شہرت ۔ لذّات بیرونی یعنی بت پرستی کے
لئے لوگ جی رہے تھے ۔ اور اسی کو اپنا مقصودِ زندگی سمجھ کر خیالات و اعمال
سے اس کی پوجا کرتے تھے ۔ اب گویا اندرونی امن رخصت ہوا لیکن
پائیدار تسکین حاصل نہ ہوئی اسی طرح سے دنیا سکون سے محروم ہوگئی۔ مزید
لڑائیاں اور جھگڑے باہمی کھڑے ہو گئے ۔ اور قتل و غارتگری شعار ہو گیا۔
اور اس کو روکنے کیلئے آلات ایجاد کئے۔ اس طرح خود اپنی ہی خاطر بدامنی
اور خوف کے سامان پیدا کئے گئے حقیقت یہ ہے کہ بیرونی دنیا صرف جسم کی
پیدائش ۔ اسکی پرورش۔ اور انہیں کے لئے کار آمد ہو سکتی ہے لیکن دین اور
روح کی سیری اور عارضی مقاصد کے لئے تسلی بخش نہیں ہو سکتی ۔ الغرض
زمین خون سے سیراب ہوئی۔ معاملہ۔ جھگڑا۔ بغض وعناد، تفرقہ، منافقت۔
جنگ قرار پائے اخلاق و عبادت ختم ہوئے ۔ انسان امن اور حقیقی نجات
دائمی مسّرت اور پائیدار تسکین سے ایک طویل عرصے کے لئے محروم ہو گیا۔
زندگی کا چشمہء صافی گدلہ ہوا۔ اس طرح سے انسان نے اپنے سامنے

تاریک مستقبل اور امیدوں کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ماحول پایا۔

سُرورِ زندگی ختم ہوا۔ اور آزادی قید میں تبدیل ہوئی۔ زندگی کا فوراً شہنشاہیت نے گلا گھونٹ دیا۔ دماغی سلیٹ میں گمراہی کی لکیریں لکھ دی گئیں۔ اور عقلِ سلیم سے ناجائز فائدے حاصل کئے گئے۔ یہ تمام سامان مِل جُل کر عذاب خداوندی کا باعث ہو سکتے تھے۔ اور عذاب اِلٰہی کو حرکت میں لا سکتے تھے۔ لیکن قدرت کے عام قانون کے موافق رحمتِ حق حرکت میں آئی۔ اور ظالموں کو ایک مہلت اور موقع اور عنایت فرمایا گیا۔ تا کہ کوئی شخص قیامت کے دن اتنی غفلت اور آبائی دین اور اس کی تقلید کا عذر نہ کر سکے ایسی صورت میں نبی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ تا کہ بھولے ہوئے سبق کو از سرِ نُو تازہ کر کے دنیا کو مئے وحدت سے سرشار کر دیں اور اتمامِ حجت ہو کر ابدی سکون۔ دائمی امن۔ اکسیر گی رواج پائیں۔ اس طرح سے کفار اور مخالفین کو ایک بات بھی کہنے کا موقع نہ رہے اور مادہ پرستی دور ہو کر خدا کا منشاء پُورا ہو۔

## حضرت سیّدنا ابراھیمؑ خلیلؑ اللہ کی پیدائش

نجومی اور کاہن اپنی پوتھی لئے ہوئے بیٹھے تھے۔ وہ پیشنگوئیوں سے آئندہ حالات کی خبر دے رہے تھے۔ نمرود کو آنے والے خطرہ سے آگاہ کیا گیا کونسل کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب ہوا۔ تدابیر سوچی گئیں۔ خیال یہ تھا۔ کہ ایک بچہ نمرود کی سلطنت اور اُنکے خلاف مادہ پرستی کے تمام لوازمات کو سامنے رکھتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق کو بلند کرے گا۔ اور روحانیت کو رواج دینے کے لئے کوشاں ہوگا۔ جس سے مادہ پرستی میں زلزلہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ حق ظاہر ہوگا۔ اور باطل مٹے گا۔ لوگ ظلم سے نجات دلائے جائیں گے ایوان شاہی میں زلزلہ ہوگا نجومیوں نے ایک شب مقرر کی تھی کہ اُس رات کو بچہ رحم مادر میں منتقل ہوگا۔ پس مردوں کو شہر سے باہر کر دیا تھا۔ اور شہر کی فصیل پر معتمدین اور چوکی پہرے بھی مقرر کر دیئے تھے۔ آزر گران (جادو چلانے والے) مقرر ہوئے۔ اس نئے مضحکہ خیز طریقہ سے قدرت کا مقابلہ نمرود لعین بادشاہ نے کیا۔ اور نمرودی بہی خواہوں نے اُس کا ساتھ دیا۔

یہ سب ہی کچھ ہوا۔ لیکن قدرت الٰہی نے اپنی قوت عملی یہ دکھلائی کہ اس امانت الٰہی کو ایک شریف خاتون حضرت سارہؓ میں منتقل کیا اور یہ کاہنوں کی تمام جدوجہد ناکام ہوئی۔ مادہ پرستوں اور نجومیوں اور کاہنوں کو ذلیل ترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس طرح قدرت الٰہی کا منشا پورا ہوگیا۔ اب حاملہ عورتوں کا کام شروع ہوا۔ جس قدر بچے جنے گئے۔ اس شبِ قتل میں نہ معلوم کتنے نوزائیدہ بچے قتل کئے گئے۔ اور نہیں معلوم کتنی ننّھی معصوم بچوں کی جانیں موت کے گھاٹ اتار دی گئیں۔ اس طرح سے سفّا کی، اقتدار پسندی اور شاہ پرستی کا مظاہرہ کیا گیا۔ آزر یا تارخ کی بیوی اپنی امانت کو چھپاتی پھریں۔ باپ بچّے کی محبت میں اس کے لئے راضی ہو گیا۔ کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اُس کے سن بلوغ تک پہنچنے کی حفاظت کی جائے گی اور معاملہ نمرودی حکومت سے پوشیدہ رکھا جائے گا۔ اور بابل کے ایک غار میں اس امانت کو سپرِدِ خدا کہہ کر سبکدوشی حاصل کی گئی۔ اس طرح نجومیوں نے دوسری شکست کھائی مادّہ پرستوں نے سر پیٹ لیا۔ ''حق جب آیا اور باطل تباہ ہوا۔'' کے نعروں سے گونج اُٹھے۔ نجومیوں اور کاہنوں نے جمع ہو کر نمرود

کے دربار میں بھری مجلس میں بباںگِ دُہل کہا۔ کہ جس بچہ کی تلاش میں ہزاروں خون کیئے گئے اور ہزاروں گھر برباد ہوئے ہزاروں عورتوں کی گودیں خالی کرائی گئیں وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے۔ بحمد اللہ! تندرست ہے اور آپ ہی کے معتمد علیہ کے پاس ہے۔ بادشاہ سلامت اگر ملک کو بچانا ہے اور اگر اپنی خدائی کا تحفظ موجود ہے تو اس بچے کو زندہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمارا فرض تھا۔ کہ ہم حضور پر اس معاملہ کو ظاہر کر دیں پھر حضور جو جی چاہیں کریں۔

جب معاملہ عوام کے سامنے آیا تو سب کی سٹّی گم ہوگئی اور وہ دم بخود ہو گئے۔ آزر یا تارُخ نمرود کی نگاہ میں سربلندی حاصل کیئے ہوئے تھے کسی کی جرات نہ ہوئی کہ وہ آزر سے کچھ پوچھ سکتے۔

بہر کیف! حضرت سیدّنا ابراہیم علیہ السّلام کی پرورش ہوئی لوگوں کو پہچاننا شروع کیا۔ اس کے بعد دنیا کی رنگینیاں سامنے آئیں اور اس طرح کائنات کی سیر کی جانے لگی۔ چند اماموں اور ستاروں کو سلام کرائے جاتے تھے لیکن وہ مواحد جس کو آئندہ دنیا کا امام اور مقتدا بنایا جانے والا تھا۔ وہ سلام

تو رہا در کنار۔ وہ ان سیارگان کے سامنے سر نیاز خم کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔

اب وہ پروان چڑھنے لگے جب اور ذرا دن گذرے تو صلاحیت پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنے ماں باپ سے ہی سوالات کرنے شروع کئے کبھی بُتوں کے متعلق گفتگو ہونے لگی کبھی دنیا کے پیدا کرنے والے کو معلوم کیا جانے لگا۔ کبھی ستاروں کے متعلق بحث ہوئی۔ اور کبھی چاند۔ سورج۔ آسمان وغیرہ کے متعلق دریافت کیا جاتا۔ ماں باپ تسلّی بخش جواب نہ دیتے تھے بلکہ جواباً غرور پرستی کا مظاہرہ کرتے اور اس کی وفاداری میں اُسے رب! اور اجرامِ فلکی کو وہ موئثر بالذات ظاہر کرتے کبھی اس قسم کے سوالات سختی سے روک دیئے جاتے۔ جب باپ محبت سے حضرت سیدّنا ابراہیم علیہ السّلام کو گود میں لیتے تو آپ پوچھتے۔ ابا جان! جب بادشاہ ہم جیسا انسان ہے تو اُس کو اپنی زندگی کی بقا کیلیۓ کسی حقیقت کی ضرورت کیوں نہیں ہے کبھی کہتے آسمان کے ستارے اور چاند اگر شے میں موئثر نہیں تو آخر یہ اثر اُنمیں کیوں رکھا ہے؟ اور کس نے رکھا ہے۔؟

جب کبھی آزر یا تارخ عاجز آجاتا تو فرماتے چلئے نا۔ نمرود کے پاس

چلیں جو اپنے کو خدا کہہ رہا ہے شاید وہ غالباً مجھے مطمئن کر سکے۔ غرضکہ غرور کی ضروریات زندگی۔ اور اس کے کھانے اور پینے اور دیگر معاملات پر پہروں مباحثہ ہونا۔ حضرت سیدّ نا ابراہیم علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ امی باوا۔ جو خود محتاج ہو اور امدادِ غیر کا طالب ہو وہ بھلا ہمارا خدا کیسے ہوسکتا ہے۔

المختصر:۔ رات اور دن ذات حق کی تلاش میں گذر جائے گھنٹوں اور پہروں لوگوں سے مباحثہ کرتے اور مناظرے میں سرگرم رہتے تھے لیکن۔ واہ رے شانِ جویائی آپ کی خداداد فطرتِ سلیم کسی انسان یا چیز کو خدا تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ ہوئی۔ ماں باپ نے پیارے بیٹے کو ہر طریقے سے مطمئن کرنا چاہا۔ اور لوگوں نے بھی دلائل وتماثیل باطلہ سے کافی سمجھانے کی کوشش کی لیکن باطل دلائل بالآخر باطل ہی رہے۔ حق پرست فرزندِ ارجمند کب اس کا قائل ہوسکتا تھا۔ وہ شخص جو ہزار ہا برس سے بت پرستی میں محوو غافل تھا۔ ایک حق پرست پر غالب نہ آسکا اور وہ فرزند سعادتمند لاکھوں اور کروڑوں میں اعلائے کلمۃ الحق دوہرانے والا بھلا باطل کو کیونکر تسلیم کرسکتا تھا اب پوری قوم جب آپ کو مطمئن نہ کر سکی تو حضرت نے خود دنیا کی مختلف

چیزوں پر غور خوض کرنا شروع کیا۔ تمام رات بیداری میں گذر جاتی لیکن آرام کہاں ۔ پرواہ نہ ہوتی حق بحق دار رسد۔ اب قدرت کی جانب سے رہنمائی شروع ہوئی۔

یادرکھو:۔ تلاش کرنے والے پاتے ہیں صحیح قدم اٹھانے والے کامیاب رہتے ہیں۔ جویاں اور متلاشی کی امداد کی جاتی ہے۔ اور عقل کو صحیح طور پر کام لانے والے توحید اور حق کو پہچانتے ہیں۔

غور و جستجو میں رات دن گذرتے رہے جویانِ حق نے حق کو پالیا قلب مطمئن ہوا جس کیلئے آپ عرصہ سے بے چین تھے اب وہ شئے مل گئی۔ والد کے دوستوں سے گفتگو شروع ہوئی۔ اُنہیں ہدایت کے لئے جمع کیا گیا۔ اُن کے روبروئے یہی معاملہ رکھا گیا۔ آپ نے انہی کے دلائل سے شکست دی۔

تغیراتِ اشیاء کا حدوث ثابت کرنے کے لئے دنیا کے پیدا کرنے والے اور آسمان وزمین کے بنانے والے کے لئے جو دلائل و برہان پیش کئے تو لوگ انگشت بدنداں رہ گئے لوگوں نے بالاتفاق پکارا۔ کہ ہم اس

روشن ستارے کو خدا مان لیتے ہیں کہیئے ابراہیمؑ! آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا چلو یہ بھی سہی میں اس کو رب مان لیتا ہوں۔ بعدہ' چاند اور سورج کو دیکھا اور وہ ہی دلیل رب مان لینے کی دی۔ آپ طلوع سے شگفتہ خاطر ہوئے لیکن غروب نے پژمردہ بنایا اور کہلوایا کہ جو چیز طلوع کے ساتھ غروب ہو جائے وہ کتنی ہی تابناک اور ضیاء پاش کیوں نہ ہو دیکھو وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے۔ فنا اور زوال پذیر اور غروب ہونے والی چیز نامکمل و مستعار ہے۔ خدا کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتی۔ درجہ بدرجہ ستارے سے مناظرہ شروع کیا۔ ستارے سے زیادہ چمکدار آپ کو چاند نظر آیا۔ چاند کے بعد آفتاب کا طلوع۔ اس میں سب سے زیادہ روشنی اور چمک تھی عام طور پر لوگوں کا خیال یہ تھا کہ غالباً آفتاب ہی حضرت ابراہیمؑ کو مطمئن کر سکے گا۔ مگر شام سے پہلے آفتاب کی حالت بگڑنی شروع ہوئی۔ وہی غروب سامنے تھا آخر حضرت ابراہیمؑ نے ان کے تمام معبودوں کے شکست دینے کے بعد نہایت تفاخر کے ساتھ اعلان کیا کہ اے قوم! میں شرک سے بری ہوں۔ اب کھلے بندوں معبودِ حقیقی کی تبلیغ شروع ہوئی۔ اور کہا کہ میرا تعلق تو

اسی ذات پاک سے ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ میں شرک والوں کا ساتھی نہیں ہوں۔

اب حضرت ابراہیم علیہ التمیہ والتسلیم پر وہ وقت آیا جو کہ ہر نبی پر آزمائش کے لئے آیا کرتا ہے۔ ایک حق پرست جب نبرد آزمائی کیلئے سینہ سپر ہو کر میدان بلاغت میں نکلتا ہے تو اُس کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں بہت مشکلات پیدا کی جاتی ہیں اور جدال وقتال کے لئے لوگ تیار ہوتے ہیں۔ جنگوں کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ الغرض حضرت ابراہیمؑ کے لئے بھی یہ تمام حرکات شروع ہوئیں ۔ جو عام طور پر طاقت والا کمزوروں کے لئے کیا کرتا ہے نمرود نے اپنی مادی طاقت سے ڈرایا تھا۔ کبھی اسے معبودانِ باطل سے خوف دلانے کی ناکام سعی کی گئے جتنی سختی قوم کی طرف سے ہونی تھی اُس میں سرِ مُوفرق نہ رکھا گیا بجائے کامیابی کے قوم ناکام رہی اور خدا کی محبت زیادہ زور پکڑتی رہی۔ اب کھلے بندوں یہ اعلان کیا گیا۔

تمہارے معبودوں سے مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے تم تو خدا سے

ڈرتے نہیں اور بلا حیل وحجت ودلیل شرک فی التوحید کر رہے ہو۔ خدارا تم ہی بتاؤ۔ کہ خدا کا پجاری اعلیٰ ہے یا بتوں کا؟ کیا خدا کا پجاری مامون ہے یا نہیں؟ یا بت پرست زیادہ مطمئن ہیں؟ اگر تم مطمئن ہوتے تو یہاں نہ آتے تمہیں بتوں کی تباہی یہاں لا رہی ہے۔ آپ کے اس جواب سے اصنام پرست دنیا تھرّا اُٹھی۔ مندرجہ بالا جواب نے آپ کی شانِ خدا شناسی اُولوالعزمی کو چمکایا اور بے خوفی کے مظاہرہ کا ثبوت دیا۔ پوری قوم خاموش تھی۔ اور اس کو حضرت ابراہیمؑ کی ہدایت تھی کہ تمام کائنات کا ہر ذرّہ ذرّہ خداوند قدوس کی ہستی اور اُس کی وحدانیت کے لئے ایک مستقل دلیل ہے بشرطیکہ کوئی بندہ صحیح تلاش میں سرگرم عمل ہو جائے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی تعلیم تھی کہ کسی طاغوتی طاقت کے سامنے نہ جھکو اور اگر کوئی وقت بھی آ جائے تو صداقت کو ہاتھ سے نہ دو۔ کسی سے نہ ڈرو۔ اور سچّی بات کہنے میں کبھی گُریز نہ کرو۔

# حقیقی ملّت کا پیام اور بین الاقوامی تحریک کی ابتداء

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعوت تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے تھی حضرت کے دین کی اصلی روح یہ تھی۔

(۱) کسی شخص کی کسی جماعت پر بادشاہی نہ ہو۔

(۲) کوئی چیز بھی مخلوقات میں خدا نہیں بن سکتی۔ یہی عقیدہ توحید کہلاتا ہے کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے جیسے انسان کی حکومت برداشت کرے اس سے دھوکہ کھا جائے۔ یا کسی کا دست نگر رہے۔ بلکہ ہر شخص ایسی بات کو پسند کرتا ہے جس میں مشورہ شامل ہو اور اُس میں اُسے بھی شامل کیا جائے۔ اور یہی جمہوریت کی اصل رُوح ہے۔

اس کے علاوہ انسان اس منزل سے گذر کر یہ چاہتا ہے کہ اُس کو دائمی سکون اور روحی آرام ملے تو اس سلسلہ میں وہ مادّی دنیا سے بچ کر تعلق باللہ قائم کرتا ہے۔ جو اس کے روحانی اور جسمانی سکون کا باعث ہوتا ہے۔ انسانی دنیا کی شدید ترین زندگی صحیح فلسفہء زندگی ہے۔ وحدت کاملہ تک رسائی کے بغیر کوئی فلسفہ مکمل نہیں ہوسکتا۔ وحدت کے بعد تمام سوالات اور شکوک

ختم ہو جاتے ہیں۔ زندگی۔ اطمینان۔ سکون۔ خوبصورتی اور سکون اور خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ روشنی تمام زمین اور مکان کے لئے ہے۔ جو سچی تحقیق، مسلسل عمل اور بندگانِ خدا کی خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی حقیقی ملّت کی روح ہے جو درحقیقت کل افراد اور اقوام انسانی کو متحد کر سکتی ہے۔ اگر انسانی دنیا نورِ وحدت سے منوّر ہو جائے تو بجائے مقابلہ کے مشترکہ بہتری کے لئے لوگ جمع ہو کر شانہ بشانہ ملکر کام کریں۔ توحید تھی جس نے زندگی کی تکمیل اور اُس کی صحیح بصیرت سے انسان کو آگاہ کیا یہی عقیدہ تھا جس نے فلسفہء زندگی کی قدر و قیمت بتلائی اُس نے زندگی کو دلیری کے ساتھ مقابلہ کرنے کا اصول بتایا اور مشکلات میں بھاگنے کی بجائے اُن کا صحیح حل دریافت کرنے میں سرگرم رہنا سِکھایا۔ ایسے لوگ جب مئے وحدت سے سرشار ہوتے ہیں تو انہیں زندگی بے بہا نعمت اور برکت معلوم ہوتی ہے۔ وہ اسے خدا کی اطاعت اور عبادت اور مخلوق کی خدمت سے سرفراز کرتے ہیں وہ اُسے بہتر اور خوشتر بنانے کے لئے مساعی ہوتے ہیں وہ خطرات سے ڈرتے ہیں اور یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھتے

ہیں۔ کہ ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے!

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے!!

وہ معاشرے سے نفرت نہیں کرتے وہ جمود کو ختم کرتے ہوئے سراپا حرکت معلوم ہوتے ہیں وہ زندگی میں اس نظریہ کے قابل ہوتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں لوٹ کر اُسی کی طرف جانا ہے۔ اُن کی زندگی خدا کے لئے اور موت خدا کے لئے ہوتی ہے وہ اطاعت الٰہی کے لئے سرمست ہوتے ہیں اور رضائے الٰہی میں محو۔ وہ سراپا عجز و انکساری ہوتے ہیں وہ خلقِ عظیم کا نمونہ ہوتے ہیں۔ وہ شرف و امتیاز کا مجسمہ نظر آتے ہیں اور یہی ہیں جن کو اللہ کی تربیت یافتہ اور ہدایت حاصل کردہ فوج کہا گیا ہے۔

ابراہیمی تحریک کا مقصد انسانی نوع کو ان کی فطرت کے مطابق کمال تک پہنچا دیتا تھا۔ حضرت کی تحریک میں معاشی اور ذہنی دونوں ترقیاں شامل ہیں اسی لئے ابراہیمی تحریک بین الاقوامی تحریک ہے۔

## حضرت ابرھیمؑ کی دُعا اور بین الاقوامی تحریک کی تبلیغ

ہم اُوپر بتا آئے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعوت تمام عالم انسانیت کے لئے تھی لیکن وہ دعوت آپ کی حیات طیّبہ میں عالمِ انسانیت کے لئے زیبا تھی اس لئے ضروری تھا کہ اس دعوت کو دعوتِ عام کہا جائے ۔اور تمام عالم کو اس جامِ توحید سے مسرت کیا جائے جس سے تمام کائنات جگمگا اُٹھے۔

آپ کی حیات طیبہ میں یہ دعوت پوری دنیا میں نہ پہنچ سکی تھی اس کے لئے آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالےٰ مجھے اولاد عطا فرما جو میری وفات کے بعد یہ اعلائے کلمۃ الحق پوری دنیا میں نشر کر سکے اور یہ دعوت جملہ اقسام انسانیت کے کانوں تک پہنچا سکے۔لہٰذا خلوصِ دل سے نکلی ہوئی دعا عرشِ علیٰ تک پہنچی اور بابِ اجابت کُھل گیا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ عطا فرمائے۔آپ نے اُن کے لئے دو مرکز تجویز فرمائے۔چناچہ حضرت اسحٰقؑ کے لئے بیت المقدس اور حضرت اسمٰعیلؑ مکۃ المکرّمہ جہاں دو مسجدیں تعمیر ہوئیں جو حضرت ابراہیمؑ کے

فکر و عمل کے مرکز قرار پائے اور پھر جو بھی ہم پر پیمبر پیدا ہوا اس نے حضرت ابراہیم کےؑ اسوۂ حسنہ پر عمل کیا۔اور اسی دین ابراہیمی کی تبلیغ کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بھی تبلیغ میں اَنتھک کوشش کی کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے جا کر بیت المقدس میں آباد کیا جائے اور طریقہ فکرِ ابراہیمی کو حضرت اسحٰقؑ کے طریقے پر زندہ کیا جائے۔اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کریں۔ابھی وہ اس سلسلہ کے تکمیل و ترویج میں کوشاں تھے۔ابھی تمنّا پروان چڑھی کہ پیامِ اجل آ پہنچا پھر اس کے بعد کوئی باہمت اور بلند انسان ایسا نہ ہوا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے چھوڑے ہوئے کام کو مکمل کر سکتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے ارادہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے چھوڑے ہوئے کام کو عام کریں وہ قوموں کیلئے رہنما اور کاموں کے نتائج کی خبر دینے والے منزر بنے اور موئید بروح القدس ہو کر کام شروع کیا اور اپنی اَن تھک کوششوں اور پیہم نشر و اشاعت کی کوششوں سے قوم کو اندھیرے

راستے سے نکال کر معراجِ ترقی پر لا کھڑا کیا اور یہ کوشش جاری رکھی لیکن قوم نے اپنے محسنِ اعظم کی یہ قدر کی کہ یہود نے آپ کی دعوت کو قبل نہیں کیا۔ اس کے بعد بدرجہ مجبوری حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنی ایک تبلیغ جماعت مرتب کی اور ٹھوس طریقے پر کام کیا تاکہ یہ جماعت حضرت ممدوحؑ کی دعوت کو جو کہ فکرِ ابراھیمی کا نتیجہ تھی تمام اقوام کے کانوں تک پہنچاتی رہے۔

عیسیٰ علیہ السّلام کی تبلیغی جماعت نے مشرقی روسی سلطنت کو اپنی سعئ جمیلہ سے پروان چڑھایا۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی دیکھا دیکھی اس جماعت کے مدِّ مقابل دوسری جماعت بنائی اور ایک ادارہ مخالفانہ طور پر قائم کیا۔ لیکن یہاں دین میں حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے بعد بہت سی خلاف شرع تخریبی صُورتیں اور ذاتیات بروئے کار لا کر اصلی احکام خداوندی کے بجائے نقلی مسودات کو جگہ دی گئی اور بہت حد تک دین ابراھیمیؑ کو مسخ کر کے تبدیل کر دیا گیا تھا۔ یہ ادارہ اُن ہی کی یہودیت سے متعلق تھا اور اِن کو دوسرے انسانوں پر تربیت دینے سے کوئی سروکار نہ تھا اُن کا مقصد یہ تھا

کہ وہ تبدیل شدہ فکر و عمل ابراہیمیؑ پر چلا سکیں گے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ادراکیہ سنّت یا آپکی تجدید شدہ فکرِ ابراہیمیؑ کو جواب میں پیش بھی کرتا تو یہ مخالفین جماعت اُس کی مخالفت میں سرگرم کار ہوتے اور اپنے کذب وافترا سے کام لیتے اور اس کی تباہی میں کوئی کوتاہی نہ کرتے یہاں تک کہ اُس کے قتل کے درپے ہو جاتے اور اُسے اپنا دشمن سمجھتے ہوئے طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے یہودی قوم کے رہنماؤں کو تجدید شدہ دین ابراہیمی کی دعوت فکر دی تھی۔ اب ابراہیمیؑ اصول پر چلنے والے لوگ اِس دورِ غلط روی میں دو گرہوں میں منقسم ہو کر دو راستوں پر گامزن ہو گئے۔

یہودی جنہوں نے دعوت ابراہیمی کو حرف بحرف مسخ کر کے تبدیل کر دیا تھا اور اس دعوت کو اپنے اصول کے مطابق صرف بنی اسرائیل کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ نیز دوسرے یہودی جنہوں نے ابراہیمی دعوت کو دوسری اقوام تک پہنچایا تھا۔ لیکن سالہا سال کے بعد عیسائیوں نے بھی یہودیوں کے طریقہ و عمل پر اچھے اچھے نتیجہ و فکر عمل میں ترمیم کی اور دین

ابراہیمی سے انحراف کیا اور اس کی اصلی رُوح کو داغدار بنایا۔ اس طرح سے تبلیغِ دین الٰہی نسل۔قوم۔وطن۔ مصلحت۔ سرمایہ داری کے طریقہ پر دی لہٰذا آپ خود ہی خیال فرما سکتے ہیں کہ اس تبلیغ دین الٰہی میں کیا ترقی ہو سکتی تھی اور اس تبلیغ سے جو بھی خراب نتائج پیدا ہونگے وہ ظاہر ہیں۔

پھر ایسی صورت میں ضرورت ہوئی کہ خدا کی توحید الٰہی انسانیت کی خدمت اور صحیح رہنمائی کے لئے ایک ایسی ہستی کو بھیجتی جو سینہ سپر نڈر ہو کر کُھلم کھلا فکر ابراہیمی کو عام کرتا ہوا دنیا کا محسنِ اعظمؐ کہلا سکے۔

## مُحسنِ اعظم کی بعثت کے وقت دُنیا کی حالت

خداوند قدوس جلّ وعلا نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اُن کی اولاد میں سے ایک نبیؐ پیدا ہوگا جو اُن کے پیغام نتیجہ فکر و عمل کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچائے گا اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل کو ایسی جگہ پر بسایا جو غیر آباد اور بنجر زمین تھی۔اس میں یہ مصلحت تھی۔ کہ اُن کی اُولاد میں وطن کی محبت نہ پیدا ہو وطنیت سے زیادہ تعمیر انسانیت کا خیال

لازمی ہو۔

اسی طرح سے عرب کا صحرا تمدن سے بھی کوسوں دور تھا یہ ہمیشہ یادرکھیئے کہ یہ متمدن ممالک کبھی دوسرے تمدّن کو برداشت کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمدنی مقابلہ ہو کر بہترین تمدن سامنے آجائے ایسی صورت پیدا ہو جانے سے دوسرے تمدن کو ترقی ہوتی ہے۔اس طرح سے دوسری جگھوں کی برائیاں چھٹ کر اچھائیاں منظرِ عام پر آتی ہیں اور ایک بہترین تمدن کا باعث ہوتی ہیں۔

کائنات کے انسان روحانی امراض میں مبتلا تھے وہ کفر و معصیت کے چکر میں پریشان اور ظلمت کے اندھیرے سے مجبور تھے روحانی مصلح یکے بعد دیگرے آتے رہے لیکن مریضِ معصیت کسی طرح سنبھلنے میں نہیں آیا برسوں کی محنت میں انبیا اور چند اور افراد کو غسل صحت سے سرفراز کیا۔ حضرت کلیمؑ اللہ کی قوم دریا کے پار ہوتے ہی بد پرہیزی کے لئے تیار ہوگئی اس طرح سے یدبعثت بہت سے معاونین سے محروم آلارث وَالدین ہوگئی۔ اور دین الٰہی پر چلنے سے گمراہی اختیار کی۔

چونکہ یہ اصول زندگی ہے کہ جب اطبّا علاج سے عاجز آجاتے ہیں تو پھر ضرورت ہوتی ہے کہ کسی طبیب حاذق کو بلایا جائے۔ تاکہ اس مریض کے مرض کی تشخیص اور تجویز مکمل ہو سکے اپنے اپنے زمانہ میں ہر نبی حیات طیبہ کا ایک کامل مجسمہ اور بہترین نمونہ بن کر آتا ہے۔ اپنے خدا کے گمراہ بندوں کو پکار پکار کر اور للکار للکار کر کہتا ہے کہ "اے لوگو! مجھے باری تعالیٰ نے ان اوصاف اور اخلاق پر پیدا کیا ہے جو اس کے نزدیک بہترین اور پسندیدہ ہے آؤ تمہارا مبدا و منتہا ایک ہی ہے تمہاری آمدورفت نظام قدرت کے ماتحت ہے تم چند دن کے لئے اس عالم میں بھیجے گئے ہو اس لئے تمہارے ظرف کو دیکھا جانا مقصود ہے کہ تم مادی دنیا میں رہ کر کہاں تک حقیقت آشنا رہتے ہو۔

کوئی زمانہ اور کوئی صدی ایسی نہ ہوگی جس میں ہادیانِ برحق تشریف نہ لائے ہونگے۔ اور خداوند پاک کا پیام بندوں کو نہ ملا ہو۔ وقت ضرورت اور حالات کے اقتضاء اُن کے شرائع و قیود میں اگر تھوڑا سا تفاوت ہو تو ہو لیکن اصول تمام انبیاء کا ایک ہی رہا ہے وہ اصول توحید کے حامی تھے ان

سب کا کام ایک ہی تھا۔ روحانی اصلاح کے لئے پوری قوّت اور مستعدی کے ساتھ کام انجام دینا تھا۔

سعادتمند اشخاص اس لازوال نعمت سے مالامال ہوتے تھے اور متاع ایمانی سے اپنی گود بھر بھر کی دولت اور برکت سے سرفراز ہوتے۔ بد بخت ہمیشہ سرکشی اور نافرمانی میں مست رہتے اور اپنی جاہلانہ حرکات سے ان اشیا کے مقابلے میں باطل کی فوج لائے خدا کے معصوم بندوں کو تکالیف دیں ان میں بعض حضرات کو شہید کر دیا اور بعض لوگوں کو زخمی سر بازار اپنی بداخلاقیوں کا مظاہرہ کیا۔ اپنے ساختہ پرداختہ پتھروں کے مجسّموں کی قدر کی اور اُنہیں پُوجا۔ مادّی زندگی کو اختیار کر کے روحانی زندگی کو قربان کر دیا خانہ ساز صنعت کی قدر کی غرضیکہ کوئی ایسی سرکشی نہ تھی جو کہ ان انبیاءؑ کے مقابلے میں نہ ہوتی گئی ہو یہاں تک کہ حضرت آدمؑ اپنا پیام فرحت التیام دے کر چلے گئے۔ دنیا کی حالت بھی اس زمانہ میں ایسی ہی تھی وحشیانہ حرکتیں عام تھیں کوئی بھی نظام انسانیت اس زمانہ میں باقی نہ رہا تھا عام طور پر دختر کشی جاری تھی ماؤں کے احترام کو بھی لوگ پس پشت ڈال دیتے تھے۔

عقبٰی کا کسی کو خیال نہ تھا۔ پانسہ پھینکا جاتا تھا۔ جھوٹ بولا جاتا اور بھکاری کو بھیک دینا بھی ناگوار تھا۔ سرمایہ دار کمزور کی تباہی پر تُلا ہوا تھا۔ غور فکر کا فقدان تھا۔ تمام نوعِ انسان مظلومیت کا شکار تھی۔ خدا کی توحید داغدار تھی اصنام پرستی بکثرت تھی اوہامِ باطلہ کا زور تھا۔ جنگل۔ دریا۔ خشکی۔ تری کی جگہ فساد۔ کشُت وخون سے بھرپور ہو چکی تھیں۔ درختوں دیوی اور دیوتاؤں کی پرستش سے عوام الناس کی زندگی تباہ ہو چکی تھی۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر غالب رہتا تھا اور ایک سرمایہ دار دوسرے سرمایہ دار کو مٹانے کے لئے کوشاں رہتا تھا۔ معاشی اصول کوئی نہ تھا۔ انصاف کو بے رحمی سے دفنا دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں تین طرح کے انسان تھے ایک وہ لوگ تھے جو اگرچہ اہل کتاب تھے لیکن انہوں نے اپنی کتاب آسمانی کو محض اپنی ذہنی رائے و قیاس کے سبب اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے غلط سلط کر لیا تھا۔ اور اپنی سرمایہ داری سے اُسے تحریف وتبدیل کر دیا تھا اور خدا کے پاک پیام کو ٹھکرا دیا تھا۔ اور ترمیم و تنسیخ کر کے ایک نئ دنیا بنا لی تھی جس میں یہودی ونصارٰے اور دوسرے طریقے کے لوگوں میں مجوسی اور آگ کے پوجنے

والے تھے جن کو پارسی یا آتش پرست یا گبر کہتے ہیں جو زرتشت کی دساتیر کی کتاب کو اپنا مقتدا سمجھتے تھے۔ ہندو تھے جن کے پاس وید اور گوتم بُدھ کی نصیحتیں تھیں مزید کنفیوشیش کے عقیدے والے چینی تھے۔ یہ لوگ اپنی عقل و فکر سے سوچی ہوئی باتوں پر عامل تھے۔ ان لوگوں نے خدا کو بھُلا رکھا تھا۔ انسانیت اور عقل کی سلامتی رخصت ہو چکی تھی۔ قوم و وطن اور نسل پر تفاخر عام ہوا۔ ذاتی مفاد کو ترجیح دی گئی اپنے مذہبی معالج بروئے کار آئے۔ جب ہر قوم کا دین جداگانہ ہو گیا اور ہر قوم نے نئے نئے اور خاص طریقے ایجاد کر لئے۔ اور ان عادات اور طریقوں کو قائم رکھنے کے لئے دوسری قوموں کے ساتھ پہلے تو زبانی طور پر جھگڑے پھر بعد کو اپنے مخالفین پر غالب آنے کے لئے اپنے ہتھیار اٹھا کر اُن سے جنگ بھی کی اس ہاتھا پائی سے ان میں ظلم پھیل گیا۔ اور ہر جماعت نے دوسری جماعت پر لعنت ملامت کی اور ایک دوسرے کو بُرا سمجھ کر جنگ برابر جاری رکھی ایسی صورت میں لوگوں سے حق وصداقت بالکل دور ہو گئی تب راہ راست پر چلنے والے نبی برحقؐ کی ضرورت ہوئی جو قوم کو راہ راست پر لا سکے نیز علیحدہ

علیحدہ تمام جماعتوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بنائے گا۔اور ان کے اخلاق کو درست کرے گا اس اصلاح کے بعد اُن سے کام لے گا جیسا کہ وہ اپنے اعتقاد سے لیتا ہے اور انہیں مبلّغ اسلام کی حیثیت سے لوگوں کو ہدایت کرنے کے لئے جدا جدا ممالک میں روانہ کرے گا اور اُن مبلّغین کی نشر و اشاعت کے راستے میں روڑے اٹکانے والوں سے جنگ و جدل بھی کرے گا۔غرضیکہ جب طاغوتی۔سرکشی اور کجروی۔تاریکی اور گمراہی۔مادہ پرستی اور ذاتیات اپنی انتہا کو پہنچی اور ننگ انسانیت کا دور ہو گیا تو ایسی نا گفتہ بہ حالت میں ربّ العالمین کا دریائے رحمت جوش میں آیا۔یعنی اِس ظلمت کدہ میں تاریکی کو دور کرنے کے لئے آفتابِ رسالتؐ کی ضرورت محسوس ہوئی القصہ مختصر تاجدار کونین عبداللہ کے نور عین رحمتہ للعالمین، خاتم النبین۔ سرکارِ مدینہ، نوید خلیلؑ بشارت موسیٰؑ و عیسیٰؑ۔مجسمتہ خُلقِ عظیم حضرت احمدؐ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ظہور ہُوا جس کی رحمت سے دشتِ کفر و ضلالت پُرنور ہوا۔

# حیاتِ طیبہ کی اَدنےٰ سی جھلک

ضرورت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وَ آلہٖ وسلّم کی حیات کی اد نےٰ سی جھلک دکھا دی جائے اتنی توسیع زندگی کے مقدّس کارنامے اگر مشرح طور پر لکھے جائیں۔تو پھر یہ چند اوراق کیونکر متحمل ہو سکتے ہیں لیکن ہماری کاوش اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سیرت طیبہ پر ایک نظر نہ ڈالیں ولادت با سعادت کے عالمِ طفولیت میں حلیمہ سعدیہ کی آغوش ہے وہ دیکھو سامنے کتنا عجیب نظارہ ہے ایک بچہ سیاہ عمامہ باندھے اور ایک لمبا سا کُرتہ زیب تن کئے ہوئے قمچی کھجور کی ہاتھ میں لے کر بکریاں چگا رہا ہے۔ یہ بکریوں کا پاسبان تو بظاہر ہے لیکن قدرت کا منشا یہ ہے۔ کہ اسے دنیا کا گلہ بان بننا ہے اس لئے بکریوں سے مشق کرائی جائے۔قدرت نے یہ سبق دیا ہے تا کہ گلّہ بان بحفاظت تمام اپنے ریوڑ کو اپنی خاص رہنمائی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچا سکے۔

یہ بکریوں کا رکھوالا نہیں بلکہ لا تعداد انسانوں کا رہنما حلیمہ کے جنگل

میں با آن و باشان پھر رہا ہے اور اپنے عزم صادق اور اپنے ضمیر اقدس کی بدولت ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس کا گلّہ بانی میں کچھ عالمِ کائنات کی حفاظت لینی قدرت کو منظور ہے۔ ممکن ہے کہ پروان چڑھے۔ اب اسی برگزیدہ انسان کو ہم شام میں تجارت کرتا ہوا پاتے ہیں اس تجارت سے امانت، ساکھ و ذہانت کی عملی مثالیں بھی منظرِ شہود پر دیکھی جا رہی ہیں۔ لا تعداد انسان ملتے ہیں اور دوسروں کے خیالات سے واقفیت ہوتی ہے اور عمل کے اعتبار سے انسان کو دوسروں کے لئے نمونہ بننے کی ضرورت ہوتی ہے اس میں عہد کی پابندی اور دیانت اور امانت لازمی ہے ملّہ کی شریف خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ کا مال ہے دیکھو ساکھ داغدار نہ ہو۔ آنہ پائی سے چوکتا حساب ادا کیا جا چکا ہے اس میں اپنی محنت ایک معاہدے کے بعد وصول ہو گئی ہے۔

یہ بکریاں چرانے والا اُمّی ہے کوئی تجارتی اُچ پچ نہیں ہے

آخر (اکسپورٹ امپورٹ) تجارت درآمد برآمد کا سبق اُس محسنِ اعظم نے کس سے سیکھا؟

تجارت کو ابھی چند ہی روز ہوئے تھے کہ غارِ حرا میں عبادت شروع کی اور پالنے والے کی تلاش شروع ہوئی کئی کئی مہینے ہو گئے جو ہائے دہُو وحق، وحق کا متلاشی ہے آنکھیں دیدہ بینار کھتے ہوئے کسی تعبیر کو ڈھونڈھ رہی ہیں ایک انسانی عقل اس مسلسل اور کئی کئی مہینوں کی عزلت نشینوں کو نہ سمجھ سکی اتفاقیہ اسی غار میں جبریل امینؑ خدا کا پیام لے کر وارد ہوئے غارِ حرا کی خاموشی میں یکا یک لرزہ سا ہوا۔ عدم معلومات کی وجہ سے بھی ضرورت ہوئی کہ اس کے متعلق دریافت کیا جائے۔

ورقہؓ بن نوفل اس زمانہ میں توریت اور انجیل کے عالم سمجھے جاتے تھے۔ ورقہ نے تمام حالات سننے کے بعد کہا اے کاش ! میں اس وقت حیات ہوتا جس وقت آپ کو آپ کی قوم نکالیگی آپ نے سوال کیا کہ کیا میری قوم مجھے جلاوطن کرے گی ورقہ نے اطمینان کے ساتھ فرمایا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو سب نبیوں کے ساتھ ہوا ہے وہ ہی آپ کے ساتھ بھی ہوگا۔

اب یہ ہادی اعظم ایک کمبل کا کرتہ اور عمامہ باندھے لوگوں کو آئندہ کے حالات سے باخبر کر رہا ہے اور خدا کی وحدانیت اور انسانوں کی خدمت

کا درس دے رہا ہے اور معبودان باطل کا استخفاف کر رہا ہے۔

دیکھو حق کی آواز بلند ہوئی لوگوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔

پتھر کا مینہہ برس رہا ہے۔لیکن حق کی آواز برابر بلند ہو رہی ہے۔

مکّہ کی گلیوں میں ایک ذات نظر آ رہی ہے۔لوگ میٹھی نیند میں مست ہیں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لوگوں کو اور مست کر رہے ہیں لیکن صبح کے ایک سہانے وقت میں ایک آواز آئی۔ کہ اے لوگوں! سوائے خدا کے تمہارا کوئی معبود نہیں اپنے آپ کو اور اپنی اولاد اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

یہ آواز کانوں میں سامعہ نواز ہے۔ یہ لوگ سامعین اس نیک انسان کی تواضع کر رہے ہیں لیکن مئے وحدت کے سبب سے وہ سرمست ہو جاتا ہے۔

دیکھو! وہ شخص جورات بھر اپنے خدا و مولا کی عبادت میں اور اُس کے حکم کی تعمیل میں کھڑا تھا یہ لوگ اللہ کے نام پر جہاد کے لئے نکلے ہیں نہ تو اُن کے پاس اسلحہ ہے اور نہ ہی سامان جنگ۔ نہ ہی جدید آلات حرب۔

وہ سامنے بدر کا میدان نظر آتا ہے دیکھو۔ ایک قلیل سی فوج کو اس کمانڈر نے
کس طرح سے ترتیب دیا کل تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہدین کا گروہ ہے
اور اُن کے مقابلے میں ایک ہزار نبرد آزما سپاہی موجود ہیں جو اپنے معبودانِ
باطل لات ومنات وعُزیٰ وہبل کے نام پر فریفتہ ہیں یہاں مدِّ مقابل خدائی
فوج مئے وحدت سے سرشار ہیں مقابلہ ہوا اور کشتوں کے پُشتے لگ گئے۔ نہ
تو مدینے میں کوئی حربی کالج تھا نہ ہی مدینے میں کوئی جنگی ایسوسی ایشن کا
قیام تھا۔ آخر ان لوگوں نے ترتیب کہاں سے سیکھی اور یہ فوج کو باقاعدہ نظم و
نسق اور سلیقۂ جنگ سے کس نے آراستہ کیا جنگ بدر کا وہ خطبہ پڑھو جس
سے کہ بزدل مرد اور نامرد مرد ہو جائے جو شجاعت سے بھرے ہوئے دل کو
ڈھارس دینے والا اور انسانی قلوب کو کھینچنے والا ہے اس شکست خوردہ دشمن
کے لشکر میں سے معلوم کرو۔ کہ وہ اُن کے عزائم کیا ہوئے انہیں باوجود شجیع
اور قویٰ ہیکل ہونے کے میدان میں کس نے ذلیل کیا اب سر پر پیر رکھ کر
کیوں بھاگ رہے ہیں اپنے خیمے۔ سازوسامان۔ اسلحہ جنگ چھوڑ کر کیوں
جارہے ہیں معبودانِ باطل کی امداد کہاں گئی؟ یہ وہی لوگ ہیں کہ

جو صرف حق کی آواز بلند کرنے والے کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور جو صرف نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اعلانِ حق کے اثر سے بھاگ اُٹھے ہیں بدر کا یہ معرکہ کارزار ہمیں آج بھی درس عبرت دے رہا ہے کہ بدر کے غزوہ میں ذوالفقار حیدری ایسی چمکی کے اب تک روشنی پھیلی ہوئی ہے ہفت کشور میں جس کی جھنکار سے دِل کافراب تک لرزتا ہے۔

غزوۂ اَحزاب کی طرف ذرا نظر کرو۔ آپ کو سیاست دانی کا مرقع اور فنِ سپہگری کا خیال باکمال نظر آئے گا۔ ادنیٰ سے ایک نظام نے صبح سویرے ہی آواز حق بلند کی اور کفّار نوک دُم بھاگ گئے آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے منبر استن حنّانہ پر ایک نورانی ہستی جلوہ افروز ہے جس کی دھواں دھار تقریر سے سامعین میں سنّاٹا ہے وہ ہر سننے والے سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے دوسری طرف چند افراد جمع ہیں جنہوں نے اپنے مقدمات کا مرافعہ حضور قدسی صفات کی جناب میں پیش کیا ہے اُس کا عادلانہ فیصلہ سننے کے لئے لوگ سمٹے ہیں۔ وہ دیکھو! اب فیصلہ ہوا۔ دودھ کا دودھ۔ پانی کا پانی ہوا۔ بعد نماز فجر وہ محراب میں جلوہ نُما ہے اور وہ درس حاصل کر رہے

ہیں۔ کچھ لوگ زراعت کے متعلق معلوم کرنے کیلئے بیقرار تھے وہ اب شافی جواب پاکر مطمئن ہو رہے ہیں۔

پھر وہ حجرہ بیوی عائشہؓ میں ایک ذات اپنے خدا کی یاد میں مصروف ہے ساری رات گذر گئی ہے لیکن ایک منٹ سونا نصیب نہیں ہوا لوگوں نے دیکھا کہ قدم مبارک سوج کر متورم ہو گئے اور کھال پھٹ گئی ہے۔

حلیمہ کے گھر بکریاں چرانے والے کو تم نے دیکھا وہ غارِ حرا کا خاموش منظر عبادت کا سامنے ہے فاران کی چوٹی اور مکّہ کی گلیوں میں تبلیغ کرتا ہوا پایا تھا جنگ میں کسی سپہ سالار کو تم نے دیکھا تھا مسجد کی محراب میں امام بننے اور لیکچر یا وعظ کرتے تم نے دیکھا تھا۔ مسجد میں قاضی اور صحیح معلّم کی حیثیت سے کسی کی ذات سامنے آتی تھی ہاں یادش بخیر! کوئی ذات تھی جو رضائے الٰہی میں محو تھی۔

کہاں کا کالج اور کہاں کی ڈگریاں اور کہاں کسی خاص معلّموں کی سند تمام اچھے صفات کے ساتھ ایسا مقنّن اور متدّین تمہیں نظر آیا تم اس کا جواب دو گے؟ یہی! کہ نہیں!! ایک اُمّی پڑھے لکھے میں یہ کمالات نہ تو

کبھی تختی پر کچھ لکھا اور نہ کبھی تختہ سیاہ پر اس ذات کو کسی نے پڑھایا سکھایا۔ نہ دوات سامنے آئی اور نہ سلیٹ پنسل دیکھی۔ اور نہ کسی استاد کا شرف حاصل ہوا۔ ان جملہ وسائل ترقی کے نہ ہوتے ہوئے آپ سب کچھ ہیں اور ایسے ہیں کہ تمام دنیوی انسانوں کو ایک طرف دیکھو تو دوسری طرف سراپا علم وعمل کو ان تمام کے باوجود ذات قدسی صفات ہی کا پلّہ بھاری نظر آئے گا۔

آخر یہ تعلیم پائی تو کہاں سے۔۔۔ اور علم سیکھا تو کہاں سے؟ پھر ذرا سوچئے غور کیجئے۔ تو یہ تہذیب وتمدن۔ علم وفضل کس نے بتایا کس نے پیش کیا۔ ذرا مادہ پرستوں سے پوچھئے یا دیوتاؤں کے ماننے والوں سے کہو کہ آخر دنیا میں باوجود اس تہذیب جدید کے تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہیں؟ کیا جواب دے سکتے ہو اس قانون کا جو نا قیام مناسبت ہے اُس مقدس اور سنہری تعلیم کا جو تمام دنیا کے لئے باعث امن و آشتی ہے جہاں کمزوروں کو آگے بڑھا کر ممتاز بنایا گیا ہو اس مقدس اور سنہری لاوانی تہذیب کا تم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ تم نے زمین کا کونہ کونہ ایک کر دیا۔ آسمانوں پر بھی تم اُڑے زہرہ۔ مریخ سے بھی تم نے باتیں کیں اور ہمالیہ کی اونچی چوٹی

پیراماؤنٹ کا بھی شرف حاصل کیا چاند کی دنیا میں بھی کودنے کے لئے کوشاں ہو۔ لیکن باوجود چودہ سو سال گذرنے اور سخت ترین صبر آزما اختلاف کے باہمہ وجود اس کی تعلیم اور اس کی انسانیت اور اخلاقِ کریمہ کا تم جواب نہ دے سکے۔

پس وہ ذات بابرکت مجمع صفات تھی جو اپنی خوبو میں یکتائے روزگار تھی اُس کا کوئی معین و مددگار بجز ذاتِ ربّی نہ تھا۔ وہ دونوں عالم کے لئے رحمت تھا۔ تمہاری آنکھیں کمزور۔ تمہاری زبان گنگ ہے تم باوجود دیدہ و بینا رکھنے کے بھی تعصب کی پٹی باندھ کر اپنے دیکھے پر اعتماد نہیں رکھتے اور عقل رکھتے ہوئے بھی تم میں سوچنے کی قابلیت مفقود ہی نظر آئی ہے ہوش و خرد، فہم و ادراک قاصِر ہیں۔ اور عقل رخصت ہے۔ ہر ایک ذکی الحس و الفطرت نے اسی پر کہہ کر پیچھا چھڑایا: ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

پھر بھی معلومات حاصل کرنے کے بعد تم اپنے قلب کے لئے ٹھنڈک اور اپنی عقل کے لئے سلامتی، اور اپنی بصارت کے لئے نور۔ اور اپنے دل کے لئے سرور اور خیالات کے لئے عمدگی اور ذہن کے لئے رسائی اور زبان کے

لئے گویائی نہ حاصل کر سکے۔ حقیقتاً تم نے مخالفت کی لیکن سچائی سامنے آ کر رہی تم نے مجاز و حقیقت میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔ تم نے روحانی سکون اور اس کی طمانیت کے لئے کوئی جد و جہد نہ کی در حقیقت تم اس ذات کو پہچان ہی نہ سکے۔ کہ وہ ذات کیا تھی۔ ؎

یَا صَاحب الجمالِ وَیا سیّدُ البشر   مِن وَّ جہک المنُیر لقد نوّر القمر

لَا یمکُن الثنا کَمَا کَانَ حقّہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

مَصلحت نیست کہ آں پردَہ برُوں اُفتد راز

وَرنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یہی وجہ تھی کہ قدرت کے گوناگوں معالج نے اس طبیبِ صادق کو سب کے بعد مبعوث کیا جس نے تئیس سال کی قلیل مدت میں نہ صرف مریضوں کو تندرست و صحیح کر دیا۔ بلکہ ایک ایسے دار الشفا کی بنیاد رکھی جو تا قیامِ قیامت مریضوں کی صحت کا ضامن اور کفیل ہو گیا۔

انقلاب زندہ باد   اسلام پائندہ باد

بنی نوعِ انسان نے دنیا میں آ کر ان تمام عہود اور پابندیوں کو بھلا دیا تھا جو اللہ تعالےٰ نے انسان کو عطا کئے تھے۔ قدرت نے انسانوں کی حالت اور اُن کی سرتابی اور سرکشی دیکھ کر ہمیشہ رحم وکرم سے نوازا۔ اور یکے بعد دیگرے پیغمبر مبعوث فرمائے۔ آخری خاندان کے سب سے بڑے کو بھیجا گیا۔ اور یہ کہہ کر نامزدگی عمل میں آئی اگر ان کی نامزدگی پر بھی کسی نے سرتابی نہ کی اور ان کی دعوت کو نہ مانا تو اب مزید انبیاء بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اُن سے بڑا کوئی نہیں۔ اُن کا سب سے پیچھے آنا یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے اور آپ کی خاتمیت نے ابدالآباد تک نبوّت کے دروازے پر قفل لگا کر بند کر دیا ہے حضور کی شان ومرتبت سے ان تمام امور کی تکمیل مقصود تھی جو کہ دوسروں سے پورے نہ ہو سکے تھے۔

وہ انبیاء اوالنسر انبیا تھے یہ سینکڑوں برس کی عمریں ان کو عطا کی گئیں تھیں باوجود ان تمام سازوسامان کے وہ اس منشائے الٰہی کو پورا نہ کر سکے تھے جس کو حضور سیّدالانبیاء رحمتہ للعالمین نے تئیس سال کی تھوڑی سی مدّت میں کیا اور اس کو نہ صرف پورا کر دیا بلکہ دینِ حنیف کو ایسی بنیاد پر قائم کر دیا۔

جو بندوں کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے اگر آپ آخر میں تشریف فرمانہ ہوئے ہوتے تو ان کمالات کا ظہور ہی ناممکن تھا۔ جو بعثت کی تاخیر میں نمایاں ہوئے۔ نبوّت کے تکمیل کنندہ کا فرض تھا کہ وہ سب سے پیچھے تشریف لا کر اس تمام کمی کو پورا کر دے جس کو پورا کرنے کی ضرورت تھی سرکار نے اُس کی مثال یوں دی ہے جب تک کسی مکان میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے وہ مکان کامل نہیں ہے۔ دیکھنے والے کی نگاہیں اس خالی مقام کو دیکھتی ہیں، اور اس خلے کو دیکھ کر انسان خود یہ محسوس کرتا ہے کہ تعزیہ بنا ہے مکان نہیں بنا۔ نامکمل ہے یا یہ کہیے گا کہ آخر یہ مکان تکمیل تک کیوں نہیں پہنچا۔

قصرِ نبوّت کی پچھلی اینٹ اور کونے کا آخری پتھر اس فرض ہی سے موّخر کیا گیا تھا اس آخری اینٹ اور اسی ایک پتھر پر موقوف ہے اور وہ میں ہوں اور میں نبوّت کو ختم کرنے والا ہوں۔

جب دنیا مادی ارتقائی منزلیں طے کر چکی اور بھاپ بجلی کے کھیل کھیلنے کو تیار تھی۔ اور اس طرح سے آہستہ آہستہ ترقی کے دور کو پورا کر کے فنا

کے قریب لایا جاتا تھا۔ تو یہ بھی ضروری تھا کہ وہ روحانیت کو بھی تکمیل کے درجے پر پہنچائے تا کہ خدا کی حجت دنیا کے لینے والوں پر پوری ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم اس بین الاقوامی تحریک (جو اخوت کا نشان ہے اور بین الاقوامی وحدت کی آئینہ دار ہے) غافل تھے۔

ادھر یورپ نے مادیّات کی طرف قدم بڑھایا اُدھر ایشیا میں ایک بے سروسامان قوّت کا ظہور ہوا جن کے پاس ایٹم بم نہ تھے اور نہ راکٹ تھے جو نہ تو اسٹین گنوں سے مسلّح تھا۔ اور نہ اس کے پاس تار برقی کی روتھی اور نہ پیام رسانی کے لئے لاسلکی اسٹیشن تھے۔ نہ ان کے پاس اینٹی ایر کرافٹ گنیں تھیں نہ ہی وہ ٹینک سے آشنا تھا اور نہ ہی تشہیر د پروپگینڈے کے لئے ریڈیو اور ٹیلویژن کی ایجاد تھی اور ٹیلیفون سے سسلئہ کلام جاری تھا اور نہ لوگ موٹر اور ریل سے آشنا تھے اور نہ ہی وہ مادہ پرستی کے دوسرے ایجادات سے باخبر تھے۔

اُس نے بطحا کی کنکریوں اور فاران کی وادیوں اور غارِ حرا سے وہ نعرۂ حق بلند کیا اور ایک ریتیلی زمین پر بیٹھ کر کسی وسائل ذرائع کے وہ مکمل قانون

پیش کیا کہ جس سے یورپ بوکھلا گیا مادہ پرست عاجز آگئے دہریوں نے گردنیں جھکا دیں لارڈ میکالے کا قانون ہزاروں ترمیمیں قبول کر چکا ہے۔لیکن حجاز کا ریگستانی تیرہ سو برس (موجودہ چودہ سو برس) کا قانون آج بھی اسی طرح محفوظ ہے کہ گویا آج ہی بنا ہے۔

غور کرو کہ عرب کا ریگ زار موجود تہذیب وتمدّن سے کتنا دُور تھا اور جتنا نا آشنا وسائل کے نہ ہونے اور بے چارگی کا ہونا سرکار مدینہ کی اُمّت پر غور وانصاف سے کہو کیا یہ ایک انسانی عقل کا کرشمہ ہوسکتا ہے یا کسی دوسری طاقت کا کرشمہ تھا۔ کیا کوئی انسان ایسا مکمل قانون دنیا کی تہذیب سے نا آشنا ہو کر بنا سکتا ہے جب تک دنیا کے انسان ابتدائی منزل میں تھے اواُن کے لئے قانون الٰہی مختصر وسادہ تھا لیکن جب دنیا آخری کروٹ لینے لگی اور ارِتقا کا آخری منظر اپنی انتہائی شکل میں سامنے آیا مسیحیت دم توڑ رہی ہے یہودیت لبِ دم ہے ہندوازم ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔ مجوسؔی یا پارسؔی تھوڑے سے باقی ہیں۔ بدھ دھرم ایک بے جان لاشہ ہے کنفیوشش کے افراد اس میں پائے جاتے ہیں اس سلسلہ کو داغدار کرنے کے لئے خود

بعض اسلامیوں کو روپے دے کر اور اُن کی نشانی کر کے ثبوت کے دعوے کرائے گئے اور اُن کو اُچھالا گیا اور اس طرح سے اسلام کو داغدار کرنے کی کوشش کی گئی چند بدقسمت افراد اپنی عقبیٰ کو نہ دیکھتے ہوئے بک گئے اور چند پیسوں میں خریدے گئے اس طرح انہوں نے ابدالآباد تک اپنی صلح وفلاح کو خیر باد کہہ دیا لیکن ان تمام خفیف الحرکاتی اور سازشوں کے باوجود صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو مادہ پرست مذہب کا مقابلہ کر رہا ہے دہریت سامنے آئی وہ چکرا کر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

یہ آواز نئی آواز نہ تھی۔ یہ مذہب کوئی نیا مذہب نہ تھا بلکہ یہ دینِ الٰہی وہی دینِ الٰہی تھا جس کو مقدس انبیاء خدا کے بندوں کو پہنچاتے رہے ہیں خلیل اللہ نے جس کے لئے اپنے کو وقف کیا کلیم اللہ نے جس کے لئے جانِ حزیں قربان کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و نیز دیگر لکھو لکھ (لاکھوں) انبیاءؑ جس کے داعی تھے۔

اب دنیا آخری کروٹ لینے والی تھی اور ارتقا اپنی انتہائی شکل میں سامنے آنے والا تھا اور اس زمانے کی ہدایت کے لئے ایسے ہی انسان کی

ضرورت تھی جو انبیاءؑ کے سامنے انسانی زندگی کا ایسا نمونہ پیش کرے جو ہر لحاظ سے اعلیٰ اور مکمل ہو اور دنیا جس سے آج تک آشنا نہ ہو سکی ہو اور ہر مادہ پرست نئی نئی معلومات اور اُپچوں کے ساتھ سامنے آئے۔ اور نئی اچھوتی معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا ادھر روحانیت نے ایک ایسی انوکھی تصویر پیش کی۔ جس کو دیکھ کر نئی ایجادات اور جدید اختراعات کے موجد حیران رہ گئے۔

اُس کی خداداد فہم وفراست نے دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا کیا اُس کی دیانت وامانت۔ صداقت وذکاوت دنیا کے لئے بہترین نمونہ مثال بنی اور اسی قسم کے ہزار ہا اوصاف نے دنیا میں انسانوں سے خراجِ تحسین وصول کیا۔

دنیا اُسی ذات قدسی صفات کے کمالات پر حیران ہے اور عاجز ہے اگر قوم پرستی کے جذبے سے قطع نظر کی جائے تو تمام یورپ اور ایشیا کمالاتِ محمدیؐ علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کا گرویدہ اور معترف ہے۔

دنیا میں وہ ایک ہی مقدّس انسان تھا جس کو قدرت نے اپنے گونا گوں صفات کا کامل آئینہ بنا کر بھیجا تھا اُس کی تعلیم ایک طرف حقوق اللہ کی ضامن تھی دوسری طرف وہ بندگانِ خدا کے لئے سر بکف اور کفیل تھی اُس کا دین نہ تو سستی قیمت کا تھا نہ ہی محض مادّیت کا حامی بلکہ عالم کے سامنے وہ جو کچھ لے کر آیا وہ دین و دنیا کی خوبیوں کا مجموعہ تھا جس سے نہ صرف اسلام ہی سرسبز ہوا۔ بلکہ دوسرے ادیان عالم بھی مستفید ہوئے۔ اور انہوں نے بھی پسند کر کے بہت سی خوبیاں اپنائیں۔ وہ خُلقِ عظیم کا مجسمہ تھا۔ چالیس سال تک قوم نے اُسے اچھی طرح دیکھا اور پرکھا۔ اطمینان کیا۔ بعد ازاں تیئس سال اپنے عزیز وقت کو ضائع نہیں کیا بلکہ اپنی بعثت کے بعد کامل و مکمل تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی جس پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان صحیح انسان کہلایا۔ اس پر نازل شدہ قرآن اُس کی روحانی تعلیم اُس کا اخلاقِ عظیم اور اُس کی قربانیوں کا، کیا دنیا جواب پیش کر سکتی ہے۔ یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد آج تک دنیا اُس انسان کا جواب پیش نہ کر سکی۔

بعد از خدا بزرگ تُوئی قصّہ مختصر

# اسلام دین فطرت ہے

عالمِ انسانیت کے لئے لازمی تھا کہ اس کے اُصول، اسکے آئین، اس کے طریقے، اس کی شرائعیں اُس کا مذہب فطرت کے مطابق ہو۔ اس کو غور کرو کہ انسان شہروں سے دُور علیحدٰہ کسی سے رسم ورواج نہ سیکھا ہو جنگل یا بیابان میں بھی پیدا ہوا اُس کو بھوک پیاس لگے گی عورت کی خواہش ہو گی اور شادی کے بعد اہل وعیال ہوں گے جس کے بعد بہت سے گھر مل کر ایک کنبہ اور ایک قوم بن جائے گی خرید اور فروخت اور لین دین شروع ہو گا۔ اس طرح سے زندگی گذارنے کا طریقہ انسان کے سامنے آئے گا۔ پھر جب آبادی بڑھے گی تو ضرور گھریلو زندگی اور معاشرت کے اُصولوں سے واسطہ ہوگا اس حالت میں ان میں بلند اخلاق آدمی پیدا ہوں گے اُن کے سامنے ایسے معاملات بھی سامنے آئیں گے جس میں آپس میں معاملہ داری کے طریقے اور شہری نظم ونسق اور آمدنی وگذارے کے اُصول اور اس کے ساتھ شہروں کو ملا کر ان کا انتظام اور ہر ایک کے ساتھ وابستگی کے اُصول ضرور زیرِ کار آئیں گے۔

اس لئے قوم میں انصاف کی حکومت اور بین الاقوامی حکومت کی پیدا ہونا انسانی خواہش کے عین مطابق ہے یاد رکھو وہ مذہب کوئی مستقبل نہیں رکھتا۔

۱) جس میں عقیدہ توحید نہیں اور جو روحانیت کو ننگ وطن پرستی سے محدود کرتا ہو۔

۲) جس میں انسانیت داغدار جس کے نظام بعثت میں جمہوریت کی روح کارفرمانہ ہو۔

۳) جو اجتماعیت سے کوسوں دور ہو اور ننگِ عقائد کا مجموعہ ہو۔

۴) جو کوئی معاشرتی انقلاب نہ لا سکے۔

۵) جس میں معاشی انصاف اور عادلانہ زندگی نہ ہو اور جس میں امیر و غریب کی تمیز نہ ہو۔

۶) جس میں بین الاقوامیت اور انقلابی روح کارفرمانہ ہو۔

۷) جس میں اخلاقِ عالیہ جگہ نہ پاتے ہوں۔

۸) جس میں شخصی اور جماعتی زندگی کی ابتدا اور انتہا نہ بنائی گئی ہو۔

۹) جس کا دارومدار صرف ستیاس پر ہو۔

۱۰) جس میں راہِ نجات غیر فطری بنائی گئی ہو اور اعتدالِ زندگی نہ ہو۔

۱۱) جس میں مادی زندگی کا سامان تو کیا گیا ہو اور روحانی سکون کے لئے کوئی انتظام نہ ہو۔

گذشتہ انسانی تاریخ ملوکیت، قومیت اور مذہب کے نام پر باہمی مقابلے اور مجاولے کی تاریخ ہے۔ جس طرح پرندوں اور حیوانوں کے ریوڑ اور گلے دیکھے جاتے ہیں اسی طرح انسانی دنیا بھی بہت بڑے طاقت اور گروہ کا نام ہے جو ایک دوسرے سے بدظن رہ کر مقابلے ہوتے ہوئے مشترکہ انسانیت اور اس کے ساتھ ساتھ مقاصد بھی حسین نہیں رکھتے صرف خال خال افراد میں کبھی کبھی انسانی وحدت کی حس نمودار ہوتی ہے۔

موجودہ دور اگرچہ غیر معمولی ترقی پر نازاں ہے اور اپنے دور جدید کی پیدا شدہ مشینوں پر فخر کر رہا ہے مادہ پرستی کوئی انسانی خدمت کر رہی ہے عقل حیوانی خواہشات کے پوار کرنے میں مصروف ہے سائنس آلہ تباہی بن رہی ہے۔ سائنس کی ایجادات کی بدولت اب ممالک ماضی طور پر دور نہیں

بلکہ اس قدر قریب اور طاقت کے لحاظ سے اتنے زبردست ہو گئے ہیں کہ اب وہ باہمی اتحاد اور بین الاقوامیت ہی سے بچ سکتے ہیں ورنہ لڑائی کی بڑھتی ہوئی اور پھیلتی ہوئی آگ خود انسانی نسل کو بھی بھسم نہ کر دے ادھر معاشی انصاف کے لئے لوگ علیٰحدہ تگ و دو کر رہے ہیں۔ ادھر شہنشاہیت مکاری اور ابلہ فریبیوں کے ساتھ اپنی گھٹی ہوئی جان بچانے کے لئے سازشوں کا جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ ادھر سرمایہ دار جمہوریت اپنی بقا کے لئے مصروف ہے ادھر انسان ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے افلاس، فاقہ اور غربت کے ساتھ خود غرضی سے سرمایہ داری کے بت کو پاش پاش کرنے کے درپے ہے۔ موجودہ مخلوقات اب خود غرضی پر قانع نہیں رہنا چاہتی وہ ضروریاتِ زندگی کو اپنا پیدائشی حق اس شدّت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ وہ انسانی حیثیت سے بعض اوقات اس حق کے حصول کے لئے تشدد کو بھی روا رکھتے ہیں۔

سائنس پر بھی روح حیات اثر انداز ہو رہی ہے اور مادہ پرستی کے خلاف ایک محاذ قائم ہو رہا ہے اور ایک نئی دنیا کا سراغ لگانے میں کوشاں

ہے یہ انسان کا فطری عقیدہ زیر بحث آنے لگا ہے کہ انسان ایک روحانی ہستی رکھتا ہے وہ صرف کھا پی کر ہی مطمئن نہیں ہو سکتا انقلابی زندگی میں بھی انقلاب محسوس کیا جائے گا۔ کے اخلاق صرف فرد کے لئے ہیں بلکہ وہ اجتماعی زندگی کیلئے ہیں بین الاقوامی زندگی کا شعور متحدہ طریق پر پیدا ہونے لگا ہے۔

ہمیں سوالات زندگی کو صرف انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طریق پر بھی حل کرنا ہوگا انسانی زندگی کے عام سوالات فطری طریق پر کل عالم انسانیت کے متعلق ہیں۔ ہم نے جب سوچا تو شخصی طریق پر۔ اور جب کوشش کی تو صرف اپنے فائدے کی یا کبھی کنبے اور قبیلے کے متعلق گفتگو کر لی اور جب بھی کوشش کی تو اپنے فائدے کی۔ اور کبھی من حیث المجموع کل بنی نوع انسان کے فائدے کی غرض سے کوئی بات سوچنے کی کوشش نہیں کی ورنہ اگر ہم یہ خیال کر لیتے تو پھر کوئی وجہ نہیں تھی کہ ہم تسلّی بخش طریق پر اس مسئلہ کو حل کرسکنے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے۔

اگر غور کرو تو یہ حقیقت ہے کہ ہمارا اندرونی مرکز ایک ہے اور ہم ایک دوسرے کے اعضا ہیں ہمارا اُٹھنا یا گرنا۔ قید یا نجات۔ بہبودی یا بربادی۔

صحت یا بیماری ہمارے مشترک سوالات ہیں جو کہ باہمی تعاون سے ہی حل کیئے جاسکتے ہیں دنیا میں خیال کے برابر کوئی طاقت نہیں ہے جو انقلاب زندگی سے آشنا کرتے ہیں پس انسانی وجود کی خوبی ہی یہی ہے کہ وہ چیزوں میں جیسی کہ وہ اپنی تسلّی نہیں پاتا اگر وہ مطمئن ہو جاتا تو یہ لازمی تھا کہ اُس کی ترقی رُک جاتی۔

انسانی زندگی کا سوال اس وقت تک تسلّی بخش طور پر حل نہ ہو گا جب تک کہ افرادِ انسانی اپنے اندر اس روحانی وحدت کو نہ محسوس کرنے لگیں گے اور جب تک دنیا میں عالمگیر امن اور حقیقی محبت کا ظہور ہی ممکن نہیں اور نہ ہی سائنس سے کوئی سکونی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے سائنس مختلف ملکوں میں بیرونی تعلقات پیدا کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے مگر وہ اندرونی وحدت پیدا نہیں کر سکتی اور نہ کبھی پیدا کر سکے گی۔ سائنس کا کام علیل اور تخصیص ہے ۔ چیزوں کے جداگانہ پہلوؤں پر غور تو کرتی ہے مطالعہ کرنے کے بعد عمل میں کسر نہیں باقی رکھتی مگر اس کی نظر میں تو انسانی وجود بھی مختلف ذرات یا طاقتوں کے اجتماع کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اب انسانی دنیا کا دماغ اپنی تاریخ میں ایسے نقطے پر آپہنچا ہے کہ یا تو اسے بڑھ کر پھولنا پھلنا ہوگا یا پیچھے ہٹ کر تباہی کا شکار ہوگا۔ان جدید حالات میں اب اقوام کی جداگانہ زندگی بحال ہوگئی ہے سچّا فلسفہ ہی عالمگیر اتحاد پیدا کر سکتا ہے کیونکہ اس کا نقطہ نگاہ ترکیبی اور اجتماعی ہوا کرتا ہے اس کی نظر صرف اجزا پر ہی نہیں بلکہ کل پر ہوتی ہے اس لئے وہ انسانی وحدت کا داعی ہے۔

وہ مادہ۔ طاقت ۔زندگی اور شعور میں امتیاز پیدا کرتا ہے اُس کے سامنے ایک ہی حقیقت کے دو پہلو نظر آتے ہیں ۔اور تمام کائنات خالق واحد کا ایک پرتو نظر آتی ہے۔

انسان کے لئے صرف کھانا پینا۔ پہننا۔اوڑھنا ہی فرض نہیں قرار دیا گیا بلکہ انسان کے لئے خود شناسی کی بھی ضرورت ہے خود شناسی کے بغیر ارد گرد کی دنیا کا بھی علم حاصل نہیں ہوسکتا اور سائنس ہمیں اس علم سے بہرہ ور نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ صرف محیط کی طرف دیکھنے کی آنکھ رکھتی ہے۔

خود شناسی کے بغیر ہم صرف ظہورات کا عملی طور پر صحیح عمل تو در کنار رہا ہم صحیح علم بھی حاصل نہیں کر سکتے ۔مگر ان چیزوں کی حقیقت سے بیخبر رہتے

ہیں اس لئے اپنے تجربے کے اصلی معنی نہیں جانتے اپنا آپ جان لینے کے بعد ایک طرح سے ہم زندگی کی اس راہ پر چلنے لگتے ہیں جو حقیقی پائیداری اور مسرّت کی طرف پہنچاتی ہے خود شناسی کے بغیر زندگی تاریکی میں بسر ہوتی ہے اگرچہ آپ کتنا ہی کتب خانہ اپنے دماغ میں رکھتے ہوں اپنے آپ کو جاننا ازبس ضروری ہے بلکہ صحیح زندگی کی لازمی شرط ہے۔

ہر ایک ذہنی عمل میں خیال کو سوچنے والا۔ جذبہ کو محسوس کرنے والا۔ اور کسی ارادہ یا کام کو کرنے والا موجود ہوتا ہے جو کچھ کہہ سکتا ہے کہ میں سوچتا ہوں اور پھر یہ محسوس کرتا ہوں میں ارادہ رکھتا ہوں اس کے بغیر کسی ذہنی عمل کا امکان نہیں اپنے آپ کو بغیر پہچانے کبھی اصلی عرفان حاصل نہیں ہوسکتا ہے خُد شناسی سے ہی خدا شناسی کا حصول ممکن ہے جب تک ہم اپنے آپ کو نہیں جانتے تمہارا گہرے سے گہرا اور وسیع سے وسیع علم بھی اپنے اندر جہالت کا عنصر رکھتا ہے اسی لئے جب تک تم اپنے آپ کو نہیں پاتے خدا شناسی مشکل ہے خوب سمجھ لیجئے کہ خود شناسی کی روشنی ہی آپ کے ذہن میں انسانیت کی حقیقی بہار کو ظہور میں لا سکتی ہے اور اجتماعی زندگی کے دور میں اس

کے برکات کی کوئی حد نہیں ۔اس مسئلہ خود شناسی کے بعد خود اعتمادی کی بھی ضرورت لازمی ہوتی ہے اپنے آپ کو پا کر ہی ہم سچے معنوں میں اپنے جسم اور ذہن کو پاتے ہیں اس سے پہلے ہم ان کے غلام ہوتے ہیں تمام اشیاء اس شخص کے ساتھ چلتی ہیں جس نے خود کو پالیا ہے۔ سچّی زندگی میں جسم و ذہن بھی نئے نئے معنے اور قیمت آفرینی بات پیدا کرتا ہے خود شناسی کمال زندگی کا ایک طریقہ ہے یادرکھو کہ جب تک فطرت کے ساتھ اپنا تعلق دیکھ نہیں پاتے ہماری زندگی کا رُخ زندگی سے فرار اور بھول پر مبنی ہوا کرتا ہے۔

خود شناسی اور خود اعتمادی کے تجربات اور اس کے حصول کے بعد انسان میں پیچ بھنور میں ڈوب جانے کا بزدلانہ سیلان نہ ہو تب اُس نے اپنے اندر خود جو بھی وحدت پائی ہے۔اسے اردگرد کی دنیا میں بھی ڈھونڈنے لگتا ہے اس طرح خود سوسائٹی کی وحدت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو ایسی حالت میں دنیا صرف چند چیزوں کا مجموعہ اور واقعات کا سلسلہ یا جانداروں کا مجمع اور چند ذرات کا ٹکراؤ وہ بھی اتفاقیہ طور پر۔ اور اندھی طاقتوں کا بے معنی کھیل نظر آتی ہے بے انداز اختلاف۔ اور تضاد صرف ظاہرہ صورت میں نظر آتا ہے۔

اور اندرونی حقیقت میں کبھی نہیں۔

سُوسائٹی میں بظاہر اختلاف اور گڑبڑ نظر آئے گی۔ ہمارے مذہب مختلف عقائد و رسوم علیحدہ۔ اور رواج الگ الگ۔ جائداد۔ بشاش اطوار۔ قابلیت اور شکل وصورت، مزاج طبیعت، مذاق مختلف پائے جاتے ہیں۔ فرقے، اقوام یا جماعات نسلیں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتی ہیں ایک ہی گھر میں ایک ہی چھت کے نیچے رہنے والے لوگوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے ہر فرد اپنے کو فردیت میں یکتا اور بے مثال سمجھتا ہے۔ اور ہر ایک کی اندرونی دنیا اپنی اپنی ہے ہر قسم کے دوستانہ تعلقات میں بعض ایسے الفاظ بھی موجود ہوتے ہیں جس میں ایک دوسرے کو چھوا نہیں جا سکتا اور سوسائٹی کے اس باہمی اختلاف کے بعد بھی یہ سب ہی کچھ ہوتا ہوا سطحی ہے اُس کی تہہ میں ایک ایسی وحدت موجود ہے جو تمام نسلی قومی اور انفرادی اختلاف کی موجودگی میں بھی سب کو مشترکہ بہبودی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

دنیا میں اس اندرونی وحدت کی طرف بتدریج بیداری پیدا ہو رہی ہے موجودہ آپس کی چپقلش یا ہونے والی یا نہ ہونے والی جنگ اپنے تلخ

تجربے سے اس بیداری کی رفتار کو تیز کریگی اور اس بیداری کی عالمگیر تکمیل کے بعد ہر فرد اپنے کو نسل انسانی کا غیر محسوس کر سکیگا تہذیب باہمی مقابلے کی بجائے تعاون کے اصول پر مبنی ہو گی اور ساری دنیا اپنے روبرو ایک مشترکہ بہتری کا مقصد رکھیگی۔

یاد رکھئے کہ محنت کے بعد ہمیشہ آرام کی قدر ہوتی ہے مگر جو لوگ آرام کی قدر پا کر دائمی آرام کرنا چاہتے ہیں وہ دراصل خود آرام کی آسائش و لُطف کو کھو بیٹھتے ہیں کڑی دُھوپ کے بعد سایہ کافی راحت بخش ہوتا ہے مگر اس پر سایہ کو سکھ کا گھر مان لینا بھی کوئی دانائی نہیں۔

اسی طرح لوگ اپنی حالت جاننے کے بعد خود شناسی میں ایسے بیخود ہو جاتے ہیں کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر خود شناسی ہی اختیار کر لیتے ہیں وہ اس کمال زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں جو بندگانِ خدا کی خدمت سے حاصل ہوتا ہے خود شناسی کا زبردست وسیلہ ہے اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جو لوگ اس خیال میں مبتلا ہو کر خود شناسی کے میدان میں آنے کے بعد سوسائٹی۔ گھر بار اور کام کاج سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اپنے طریق عمل سے دوسروں کے

دلوں میں اُوداسی اور بیزاری کا تخم بویا کرتے ہیں اس غلط رَوِش سے ایک فہیم اور سلیم الطبع انسان جذبہ خدمت النّاس سے قطعاً محروم ہو کر اپنے اندر ایک خلا اور غم محسوس کرتا ہے۔

زندگی ارتقا چاہتی ہے اور اس کے ارتقا کا وسیلہ فقط جذبہء خدمت سے ہی بیدار ہوتا ہے اور وہ ماحول ہی سے متعلق رہ کر ہی پورا ہوسکتا ہے۔ ماحول یا معاشرے سے علیٰحدگی کے بعد زندگی بجھی۔ سوکھی اور غیر خوش کُن ہونی چاہئے لگاؤ۔ خدمت۔ اور محبت ذہنی اور روحانی صحت کی علامت ہے۔ بھوک۔ پیاس۔ زندگی کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے اسی طرح سے اس معاشرے کی بدولت جسدِ انسانی کی نشونما ہوتی رہتی ہے۔ بلعموم دنیا سے بیزار رہنے والے لوگ اگر جسمانی طور پر نہیں تو ذہنی اور روحانی طور پر وہ یقیناً بیمار ہوتے ہیں۔ اور جذبہء خدمت کا سرشار انسان فطری عمل سے اور اعتبار سے اپنے اس مجاہدۂ نفس کی کسی سے داد چاہتا ہے اور وہ ذات مافوق الفطرت ہی ہوسکتی ہے جب ہم پھولوں میں کسی کا تبسم دیکھتے ہیں تو اس سورج وچاند میں بھی کسی بے نیاز ذات کی چمک نظر آتی

ہے۔ ان کوہساروں اور چشموں اور آبشاروں اور آسمانی ستاروں میں بھی کسی کی شان دکھائی دیتی ہے۔ طلوع وغروب آفتاب اور قوس وقزح کی خوبصورتی کسی حقیقی صنّاع کی صنّاعی پر ضرور رہبری کرتی ہے تو ہمارا فرض اولین یہ ہے کہ اس ذات پاک بے ہمتا سے اپنا ذاتی تعلق پیدا کرتے ہوئے اپنے جذبہء خدمت کو عملی صورت دے کر اپنی وابستگی اُس سے متعلق کرتے ہیں اس طرح ہم زندگی کی حقیقت پا کر خوش ہوتے ہیں اور چشمِ باطن کے وا ہوتے ہی ہمیں نظر آتا ہے کہ کسی کان نے اس کا غیر نہیں سُنا اور کسی آنکھ نے اِس کا غیر نہیں دیکھا۔ اس تعلق کے بعد دنیا کے تمام خوف، بدگمانیاور مایوسی بُزدلی دور ہو کر ایک نئ فضا اور ماحول سے آشنا کرتا ہے اس طرح ہم حقیقی آزادی کا سرور پاتے ہیں اور اس دنیا کی خوبصورتی۔ اس کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں پر کسی کی شان وعظمت کے راگ گاتے ہیں۔ اپنی ابتدا ُوانتہا کو جذبہء عمل وخدمت کے ساتھ وابستہ کر کے خود شناسی اور خود اعتمادی کی اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہی شانِ بندگی اور یہی شانِ عبدیت ہے اور یہی شانِ ابراھیمی اور آن ملّتِ حقیقی ہے سب سے پہلے اپنی خودی کی شان پیدا کرو اور نفس امّارہ کی اصلاح کرو اس کے بعد اپنے خاندان اور کنبہ قبیلہ کی اصلاح اور اس کے بعد بنی نوعِ انسان کی خدمت کرو۔

اگر ہم انسانی احساس اور جذبۂ خدمت کے ساتھ بحث، اطاعت، تعاون اور خوشحالی اور بھلائی میں ایکجان ہو جائیں تو معاشرے کی بنیاد اور اس کی تعمیر ایسی قربانی کی عملی مثال کے ساتھ رکھی جائے گی جو رہتی دنیا تک یادگار ہو جائے گی۔ اسی طرح خود غرضی کا جذبہ مفقود ہو کر ذی اخلاق اشخاص اپنے قوم کے جذبہ حیوانی کی اصلاح کا کام کرینگے۔ پھر اس سے ایک ایسی دنیا جنم لے گی اور ایسا سازگار ماحول پیدا ہو گا جو دنیا کو بہشتِ بریں کا نمونہ ہو گا اور ایسی تسلّی پیدا ہو گی جو آپ کو پائیدار سکون سے وابستہ کردے گی۔ مذہب کل نوع انساں کی وحدتِ حس ہے جو سب سے محبت

اور سب سے بھلائی کا پیام دیتا ہے اور وہ نوع انسان کی ہمدردی کا پیام لے کر آرہا ہے اور وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ اُس کا پیام عالمگیر ہے اُس کا کام سب کو بیغرضانہ محبت اور بقاؤں میں ایک جان کو اور متحد کرنا ہے کسی کو جدا یا الگ نہیں کرتا ہے۔ ہمہ گیر۔ ترقی پذیر۔ انصاف واعتدال۔ لچکدار اور کشادہ دلی اس کا شعار ہے اُن کو سچی جمہوریت سے آشنا کیا اور پھر ازسرِ نو بہترین کمال حاصل کرنے کا موقع دیا اور اس کے نظام حکومت میں ہر ایک فرد کو کُل سوسائٹی کا ضروری فرد قرار دیا۔

اس طرح تمام افراد اور اقوام اعضائے جسمانی کی مانند ایک دوسرے پر منحصر ہوئے اور حقوق رکھتے ہوئے انسانیت کی خدمت کے ساتھ مخلصانہ اور پُر ایثار تعاون کی روح کے ساتھ انسانی دنیا میں ایسی مبادات کے ارتقا کا باعث ہوئے جس سے زندگی سراپا برکت ورحمت معلوم ہونے لگی اس طرح وفاداری اور خوداعتمادی اور محبت بھری دوستی اور پرخلوص تعاون اور سچّی آزادی۔ امیری۔ غریبی۔ بڑائی۔ چھوٹائی اور یگانگت و بیگانگی کے واہمے اور جاہلانہ تفرقات۔ سرمایا داری۔ مزدوری۔ زمینداری اور کسان کی باہمی

آویزشیں افرادانسانی کی روحی وحدت کے ساتھ ختم کردیں۔ ابدی اور عالمگیر حقیقت اور انسانوں کے اتحاد کی اَنمِٹ بنیاد سے روشناس ہونے کا موقع دیا۔ اس طرح روایتی۔ ملکی۔ قومی۔ نسلی اختلاف ختم ہوئے کل بندگانِ خداعبادالله قرار پائے اور وحدت زندگی کی حقیقت ظاہر ہوئی اس طرح جمہوریت کی صحیح روح سے ہم آشنا ہوں گے یہاں ضروری ہے کہ ہم آزادی اور مساوات کے معنے بھی سمجھا دیں تا کہ سچی جمہوریت سے مفہوم غلط نہ لیا جائے۔

آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس طرح ہمارا جی چاہے کریں ایسی بے اُصول زندگی اور بے ہنگامی کبھی آزادی نہیں کہلا سکتی انسانی آزادی سے مراد یہ ہے کہ انسان نشوونما پائے اور اپنے ہر حصّہ وجود میں انسانیت حاصل کرنے کے لئے محتاط رہے اور بچے وہ اپنے وجود کے اندر اسپرٹ کی حکومت قائم کرسکتا ہے اور بیرونی حالات کی طرف ایثار وعمل بدلنے کے لئے اور اسے طوالت دینے کی قابلیت رکھتا ہے انسانی مساوات کے یہ معنے ہیں کہ کل نوعِ انسان ایک زندہ جسم ہے جس کے اندر تمام افراد

قوم اعضائے جسمانی کے مانند باہم عنصر ہیں جس میں تمام افراد اور اقوام اپنے لئے حقوق تو رکھتے ہیں۔ مگر اپنے لئے نہیں بلکہ اس کے لئے وہ انسانیت کی خدمت میں اپنے فرائض کو بہتر طور پر انجام دے سکیں اور جس میں مخلصانہ اور پُر ایثار تعاون کی قوّت کارفرما نظر آتی ہو خداوند تعالیٰ کی قوّت اس کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ جمہوریت ایک جذبہ اور اندرونی احساس ہے وہ برادرانہ محبت اور اتحاد کی رُوح برقرار رکھ سکتا ہے۔ جمہوریت اور اخُوّت کی کسوٹی سب کے لئے باہمی تعاون ہے۔ اس میں خود غرضانہ روح کی بجائے بیغرض محبت برکار آتی ہے جس میں حقوق کی بجائے فرائض پر زور دیا جاتا ہے اور سطحی خوبیوں پر اندرونی روحِ انسان غالب آتی ہے۔

یاد رکھو جب تک روح بیدار نہ ہو بیرونی جمہوریت اور برادری کاغذ کے پھولوں کی مانند صاف اور بلا خوشبو نظر آئے گی۔ زندگیکی تمام برکتوں کا سرچشمہ دل ہے۔ اگر اندرونی تبدیلی پیدا ہوگئی تو پھر بیرونی تبدیلی یقینی ہے۔

مغربی دنیا حسین جمہوریت کا راگ آلاپ رہی ہے اور جس آزادی

مساوات اور اخوات کا چرچا ہے وہ تقریباً سب ہی کے علم میں ہے۔

یورپ نے جس طرح کمزور اور پسماندہ اقوام کو لوٹا اور ذلیل کیا اُس کی مثال آپ کو کہیں نہ ملے گی۔

وہ جنگ عظیم اور اقوام متحدہ کا اکھاڑہ بے بس اور کمزوروں کے مقابلے میں حق وانصاف کا خون کر کے جمہوریت کے تماشوں کو دکھا چکا ہے اور اس سے وہ اخوت ومساوات وجمہوریت کی تمام پول کُھل گئی جن کا ریڈیو گول میز کانفرنس سیاسی مشن اور اختیارات سے پیٹا جاتا تھا وہاں مکاّری کا نام ڈپلومیسی ضرور کھا جائے گا۔

دیکھو جب تک دنیا میں حقیقی روحانی بیداری نہ پیدا ہو صرف کہنے سننے اور خیالی پروپگینڈے یا نشرواشاعت سے کبھی دنیا میں سچی ہمدردی، علمی وعملی اخوت قیام وامن وسلامتی عامہ اور سچی جمہوریت اور نیز سچائی ابدی اور عالمگیر اخوت وحقیقت اور انسانوں کی اتحادیہ قوّت کی اَن مِٹ بنیاد سے روشناس ہونے کا موقع دیا۔ اصل زندگی مسلسل جدوجہد اور سوزِ دل اور خوف خدا ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ یادِ ماضی ہمارے تجربات

کا نچوڑ ہے۔

فطرت کے قوانین غیر متبدل ہیں اور دس ہزار سال پہلے اگر سنکھیا انسانی زندگی میں مہلک دیکھا گیا تو وہ آج بھی ہے۔ زمانے کے بدلنے سے سنکھیئے کے اثر میں فرق نہیں آسکتا۔ اگر یہ امریکہ میں زہر ہے تو لندن میں بھی زہر ہے سلسلئہ کائنات اسی بنیاد پر قائم ہے اور چل رہا ہے۔ کہ فطرت کے قوانین اٹل ہیں۔ اگر خلاف فطرت صالح زندگی بسر کرنا جو ہر انسانیت کے لئے پہلے مہلک تھا تو وہ آج بھی اسی طرح مہلک ہے۔

خود غرضی۔ بے رحمی اور درندگی پرستی میں انسان سرشار ہے اور وہ اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ انسانی ہمدردی اور خوف خدا کا تصور نا پید سا ہو گیا ہے۔ اور لا پرواہی اور سرد مہری جگہ کئے ہوئے ہے جس کا لازمی نتیجہ یومً فیومً تباہی یا بربادی ہے اسلام نے عقل و انصاف کی بنیاد پر نوعِ انسانی کے معاملات کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ اور ہمیشہ اس کی اصلاح میں سرگرمی دکھلائی ہے۔ اور ہر شخص کو اُس کی محنت کا پھل ملنے کے لئے اپنے پروگرام سے لوگوں کو آشنا کیا۔ رسومات۔ روایات اور مقدس قدامت کے بتوں کو پاش

پاش کیا۔ اور مکمل مساوات کو رواج دینے کا طریقہ سکھلایا اقتصادی اور معاشرتی طریقے اور باہمی تفریق کو مٹایا۔ اور چھوٹے بڑوں کو یکجا کر کے عملی اتحاد کی تعلیم دی۔ پس یاد رکھو کہ ہر خرابی کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اور جب تک اصل سبب کو پا کر اس کو رفع نہ کرو اس وقت تک کوئی خرابی دور نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اصل علتِ غائیہ یا اسباب کو پا کر اس کے ختم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ کوئی مرض دور نہیں ہو سکتا لہذا خراب اور گندے مادّے کو کو نکالنے کے بعد ہی بیماری جڑ سے جا سکتی ہے عارضی علاج سے فائدہ نہیں ہو سکتا اسی لئے دنیا کو دین فطرت کی رہبری کی گئی اور اسی لئے روحانی اور مادی دنیا میں توازن قائم کرنے کے لئے اسلام آیا اس نے تمام وکمال علاج اور ہدایتیں پیش کر دیں اور اس کی نسبت اکمل واتم ہونے کا اعلان کیا۔

فطرتِ انسانی کو دیکھتے ہوئے سہ نکاتی پروگرام اور لائحہ عمل پیش کیا سب سے پہلے طبعی پروگرام سے ابتدأ کی اور انسان کو وحشیانہ رنگ سے ہٹا کر انسانیت کی دعوت دی پھر انسان سے با اخلاق انسان بنانے کا پروگرام رکھا اور پھر با اخلاق انسانوں کو با خدا بنانے کا پروگرام مرتب کر کے دعوت

دی۔اسی طرح انسانوں کو ان کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اخلاقی حالتوں تک پہنچانے کا بھی انتظام کیا اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے بحر بیکنار تک پہنچایا۔

یاد رکھو کہ جس طرح مادی دنیا میں زندگی کے لئے روشنی اور گرمی ضروری ہے اسی طری انسانی دنیا میں بھی خوشی کے حصّوں کے لئے علم اور محبت کا توازن ان صورتوں میں پایا جانا لازمی ہے۔

علم محبت کے بغیر بے جان اور محبت علم کے بغیر اندھی ہے اس کو یوں سمجھو کہ آنکھوں کے بغیر چہرہ بے نور اور چہرے کے بغیر آنکھیں کہاں ہوں گی۔انسان کی خود آگاہ زندگی میں دل ودماغ کی موافقت لازمی ہے ورنہ زندگی کا پھول نہیں کھل سکتا اس طرح علم اور محبت میں موافقت ضروری ہے۔

علم کا ظہور محبت سے ہوتا ہے جس چیز سے ہمیں محبت ہوتی ہے ہم اس میں غور فکر کر کے اس کے علم سے خوشی پاتے ہیں اور اگر اس سے کسی محبت اور اس کے تفکر سے خوشی نہ ہوتی۔تب ہم اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اس کا علم حاصل نہ ہوسکتا۔اس لئے محبت علم پیدا کرتی ہے اور اگر کسی شئے کی محبت

قائم رہے تو لازمی طور پر اس کے متعلق تجربہ اور علم بڑھتا چلا جاتا ہے وہ چونکہ لذّت اور خوشی دیتا ہے اسلئے توجہ بھی اس پر مجتمع رہا کرتی ہے۔

علم اگر اپنے چشمے کو بھول کر راہ راست سے کسی دوسرے راستہ پر لگ جائے تو ایسی صورت میں ممکن ہے جب ہم علم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی علم میں خوشی پانے کی بجائے اس کے وسیلے سے مزید لذّت حاصل کرنا چاہیں اس حالت میں تم طاقت کے طالب ہو کر علم کے ذریعے اس فطرت پر اپنی حکومت قائم کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں تا کہ ہم حسب دلخواہ اُنہیں اپنے طریق پر استعمال کرسکیں۔ سائنس سیلاب محبت کی ترقی اور اس کے ذریعے خوشی پانا نہیں بلکہ انسان سائنس کے ذریعے ساری قدرت پر فتح پانا چاہتا ہے ہم دن بدن قدرت کی محبت کھو رہے ہیں اور صرف اس کے علم سے کوئی خوشی پا کر اس کے عملی فوائد کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔ طاقت کا طالب کسی درجہ ترقی پر کامیابی پر قرار نہیں پا سکتا ۔کون نہیں جانتا کے گذشتہ اور موجودہ دور میں انسانی علم حیرت انگیز طریقے پر ترقی کر گیا ہے اور انسان کی طاقت میں بے اندازہ اضافہ ہو چکا ہے۔ مگر

اس حالت میں بھی دنیا سے اطمینان وامن مقصود ہے زندگی میں دل کی
بجائے دماغ کو مسلّط کیا جا رہا ہے دماغ بڑھ رہا ہے اور دل مردہ ہوتا جا رہا
ہے مجبوراً ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ کو موجودہ علم باوجود اس شاندار ترقی کے
روحانی طور پر بیمار ہے اور اس کی بیماری کا سبب یہی ہے کہ ہم محبت کی
بجائے طاقت کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہیں طاقت ایک نشہ ہے آج انسان
طاقت کے بل بوتے پر اپنے آپ کو بھول رہا ہے۔

طاقت سے ہمیشہ خوف پیدا ہوتا ہے اس سے خوف میں مزید اضافہ
ہوتا ہے اس طرح طاقت میں اور اُبھار ہوتا ہے ایسی صورت میں طاقت کے
بل بوتے پر ترقی یافتہ علم اپنی اصلی روح سے دور چلا آتا ہے۔

زمانہ حال کے وحشیانہ مظالم انسانی دل کی موت کا اعلان کر رہے
ہیں دل اور دماغ کا یہ تقیّہ نہ ہی زندگی کی خوشی کو برباد کر رہا ہے موجودہ
تہذیب وطاقت پر مبنی ہے اس لئے دنیا میں خوشی کی معدوم ہے۔ علم اور محبت
کے باہمی ملاپ سے ہی کشف حقیقت کا امکان ہے اگر ہم دنیا کو بہتر اور
خوشتر بنانے میں ساعی ہوں تو ایسی صورت میں ہمارے علم کا مقصد طاقت

اور حکومت کی بجائے محبت اور خدمت ہونا چاہیے علم و محبت میں توازن لازم ہے۔ علم و محبت کی موافقت میں ہی کمال زندگی ہے انسانی زندگی کی رہنمائی کے لئے نورِ وحدت کی ضرورت ہے۔ اور اسی سے زندگی کا پھول تمام پنکھڑیوں کے ساتھ شگفتہ ہوکر پھل لا سکتا ہے۔ صرف اسی کی روشنی میں نہ پھل وہی پختگی حاصل کرسکتا ہے اور یہی انسان کا منتہائے کمال ہے اور یہی علم دل میں جذب ہوکر ہمیشہ کے لئے عملی محبت کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اپنی منزل مقصود کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کا قدم لازمی طور پر طاقت کو ضائع کر نے والا اور مقصد سے پرے لے جانے والا ثابت ہوگا۔ اسی طرح انسان نے اگر اپنی زندگی کا نشانہ صاف طور پر اپنے روبرو رکھنا نہیں سیکھا۔ تب تک اس کی زندگی بیکار رہتی ہے۔ بلکہ اسے اپنی حقیقی کامیابی سے دور لے جاتی ہے۔

ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ اپنی زندگی کو خود سوچ سمجھ کر معلوم کر لے اور صحیح رائے قائم کرلے سوچ سمجھ میں وہ دوسروں سے بھی استفادہ حاصل کرسکتا ہے بشرطیکہ اُسے اپنی اندرونی روشنی پر اطمینان ہو۔

مبتداء و منتہا ہے۔ انسانی دنیا میں جس قدر گمراہی اور گڑبڑ دیکھی جاتی ہے موجودہ دنیا کے بعض مذاہب موجودہ حالت، واقعات، قوانین اور آئندہ کمالات کی واقفیت تو دلاتے ہیں۔ لیکن انسان کی روحانی بیداری اور تسکین روح کا کوئی انتظام نہیں کرتی۔

بعض تعلیم یافتہ حضرات خود فراموشی کے عالم میں یہاں تک گرے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کو محض مادی یا نباتاتی یا حیوانی زندگی کے مطالعہ میں ڈھونڈھا کرتے ہیں صرف مادی اشیاء کا مطالعہ نباتاتی زندگی کے حالات سے آگاہ نہیں کرتا اور نہ ہی مطالعہ خواہ کتنا ہی گہرا اور وسیع کیوں نہ ہو وہ خود انسانی زندگی کے اسرار و حقائق و معارف پر کبھی کوئی روشنی نہیں ڈال سکیگا خود انسانی جسم کا مطالعہ بھی روحانی زندگی کی رہنمائی نہیں کرسکتا۔

فطرت کے پیدا کرنے والے نے انسان کو اعلیٰ و بلند معیار پر پیدا کیا تھا اور اسی کے مطابق اس کے مقاصد زندگی بھی اعلیٰ و بہترین تھے پس اس لئے یہ لازمی تھا کہ مذہب کے اصول بھی فطرت کے مطابق ہوں اسی بنیاد پر مذہب اسلام کی بنیاد فطرت و اساس ہے۔

دنیا کے مذاہبِ باطلہ میں روح انسانی گم تھی ہر مذہب اپنی سچائی کا دعوے دار تھا اسلام آیا اور اس نے دیگر مذاہب کے معاملے میں خم ٹھوک کر دعویٰ کیا کہ تم دنیا میں سب سے بھلی قوم ہو اور اعتدال تمہارا اصول زندگی ہے۔ تمہارا لائحہ عمل بھلائی کی طرف بلانا۔ اور ہر برائی سے روکنا تمہارا کام ہے اسلام ہی تھا جس نے بین الاقوامی تحریک کا آغاز کر کے دنیا کے تمام انسانوں کو ایک لڑی میں پرویا جاتا۔

یہی مذہب تھا کہ جس نے مرکز کی طرف رہبری کرتے ہوئے ایک خدا ایک رسولؐ ایک قبیلہ، ایک اصولی جماعت، ایک کتاب، ایک زبان۔ ایک عملی تعلیم ایک مبدأ و منتہا، اور ایک اصول زندگی کی طرف رہبری کی۔ سب سے پہلے طبعی امور کی طرف توجہ دی اور حکم دیا۔

تم پر تمہاری مائیں حرام ہو گئیں اور ایسا ہی تمہاری بیٹیاں اور بہنیں۔ پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔ اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔ اور تمہاری بیویوں کے پہلے خاوند سے لڑکیاں۔ جن سے تم ہم

صحبت ہو چکے ہو۔ اور اگر تم اُن سے ہم صحبت نہیں ہوئے تو کوئی گناہ نہیں۔

اور تمہاری حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور ایسے ہی دو بہنیں۔ یہ ایک وقت میں۔

یہ سب کام جو پہلے ہوئے تھے آج تم پر حرام کئے گئے اور یہ بھی تمہارے لئے

جائز نہ ہو گا کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ اور یہ بھی جائز نہیں کہ تم ان

عورتوں کو اپنے نکاح میں لاؤ۔ جو تمہارے باپوں کی بیویاں تھیں جو کچھ پہلے

ہو چکا وہ ہو چکا۔ پاکدامن عورتیں تم میں سے یا اہلِ کتاب میں سے

تمہارے لئے حلال ہیں کہ اُن سے شادی کرو لیکن مہر قرار پا کر نکاح

ہو جائے تو پھر بدکاری جائز نہیں اور نہ پوشیدہ دوستی۔

تم خودکشی نہ کرو۔ نہ اپنی اولاد قتل کرو۔ اور نہ دوسرے گھروں میں

وحشیوں کی طرح خود بخود بغیر اجازت نہ چلے جاؤ۔ اور گھروں میں دیواریں

کود کر بھی نہ جاؤ۔ بلکہ گھروں میں اُن کے دروازے سے جاؤ اگر تمہیں کوئی

بھی سلام کرے تو اُسے سلام کا جواب دو۔

قمار بازی۔ بُت پرستی۔ شگون لینا۔ یہ سب پلیدی اور شیطانی کام

ہیں ان سے بچو۔ سور مت کھاؤ۔ مُردار مت کھاؤ۔ بتوں کے چڑھاوے

مت کھاؤ اور بیماری سے مرا ہوا نہ کھاؤ۔ سینگ لگنے سے مرا ہوا نہ کھاؤ۔ درندے کا پھاڑا ہوا مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ تمام مردار کا حکم رکھتے ہیں۔ اور اگر لوگ پوچھیں کہ پھر ہم کیا کھائیں تو آپ اُنہیں بتلائیں کہ تم پاک چیزیں کھاؤ۔ صرف مردار اور مردار کے مشابہ پلید چیزیں نہ کھاؤ۔

اگر مجالسوں میں تم سے کہا جائے کہ تم کشادہ بیٹھو اور دوسروں کو جگہ دو تو فوراً جگہ کشادہ کر دو۔ تاکہ دوسرے بھی آ کر بیٹھیں اور اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو بلا حیل و حجت کھڑے ہو جاؤ۔ اور گوشت دال وغیرہ سب چیزیں بلا جھجک و روک ٹوک کھاؤ۔ مگر ایک طرف کی کثرت نہ کرو۔ اسراف اور زیادہ کھانے سے اپنے آپ کو بچاؤ اور لغو باتیں مت کرو بلکہ عمل اور موقع کی بات کرو۔ اور اپنے کپڑے صاف رکھو۔ اپنے بدن کو۔ گھر کو۔ کوچے کو۔ اور ہر جگہ کو جہاں تمہاری نشست ہو اُسے پلیدی میل کچیل اور کثافت سے بچاؤ۔ اور غسل کرتے رہو اور اپنے رہائشی گھروں کو صاف رکھنے کی عادت ڈالو اور اونچی آواز سے بولو۔ اور نہ اتنے دھیمے لہجے میں بولو کہ دوسرا اسن بھی نہ سکے۔ بلکہ درمیانی درجے کا لب ولہجہ استعمال کرو وہ بھی

وقت ضرورت۔! چلنے میں بھی بہت تیزی نہ کرو۔ جب سفر کرو تو اپنے سفر کے لئے مناسب انتظام کرلیا کرو تا کہ گداگری سے بچو اور ذلّت سے چھٹکارا پاؤ۔ اور جنابت یعنی صحبت سے فارغ ہو کر غسل کرلیا کرو۔ جب تم کھانا کھاؤ تو سائل یا بھکاری کو بھی دو۔ اور کتے کو بھی دو اور پرندوں کو بھی دو اگر موقع ہو تو یتیم لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو اُن سے نکاح کرنا بھی مضائقہ نہیں لیکن اگر تم دیکھو کہ وہ لاوارث ہیں تو شاید تمہارا تعین ان پر زیادتی کرے تو ماں باپ اور اقارب والی عورتوں سے شادی کرو جو تمہارا ادب کریں اور اُن کا خوف رہے شادیاں تم ایک سے چار تک کرسکتے ہو۔ بشرطیکہ تم اعتدال کرو۔ اور اگر اعتدال نہ ہوسکے تو پھر ایک ہی پر کفایت کرو۔ اگر پھر ضرورت پیش آئے اسی لئے چار کی حد لگادی ہے۔ اور اپنی عورتوں کا مہر ادا کرو یہ کسی طرح بھی معاف نہیں ہوسکتا۔ بغیر ادا کئے چھٹکارا ناممکن ہے۔

غرضیکہ یہ پہلی اصلاح ہے جس میں انسان کی طبعی حالتوں کو وحشیانہ طریق سے کھینچ کر انسانیت کے لوازم اور اس کی تہذیب و آداب اور شائستگی

کی طرف پوری توجہ دی گئی ہے اس تعلیم میں اعلیٰ اخلاق کا ذکر نہیں ہے۔

اس تعلیم کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس زمانہ کی حالت دِگر گوں تھی

اس کے علاوہ موجودہ دور میں لوازم مادہ پرستی اور سرمایاداری نے وہی صورتیں پیدا کردی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مروّج تھیں اور اس تعلیم کو لوگوں میں تا قیام قیامت باقی رہنا تھا پس اس لئے ضرورت ہوئی کہ سب سے پہلے انسانیت کے ظاہری آداب ان کو سکھلا کر اخلاقِ عالیہ پر فائز کیا جائے تا کہ وہ قوم جس کو خیر الامم کہا گیا ہے وہ طبعی اور اخلاقی اور روحانی قوتوں پر فائز المرام ہو کر خلافت کُبریٰ کا مقام حاصل کر سکے اس لئے عالمِ انسانیت کے لئے یہ ایسا کرنا لازمی تھا کہ ظاہری آداب سب سے پہلے اُن کو سکھائے جائیں۔ طبعی اصلاح کے بعد دوسرا حصّہ اخلاقی اصلاح کا بھی سامنے آیا اس لئے اسلام نے اس کے ساتھ ساتھ طبعی حالتوں کو شرائط مناسب کے ساتھ مشروط کر کے اخلاقِ فاضلہ تک لے جانے کے لئے التزام کیا۔

بہر حال! قرآن کا یہ حصّہ کافی طویل ہے اگر ہم تفصیل کے ساتھ

اس جز کو بیان کرنا چاہیں تو یہ حقیقت ہے کہ اس تعلیم کو یہاں کسی صورت میں بیان کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے قرآن کریم احادیث نبوی کا یہ باب ایک مکمل اور جامع ہے جس کے لئے آپ کو قرآن کریم اور احادیثِ رسول معظم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ضرورت ہے یہاں پر ہم جزوی طور پر عملی زندگی کے اس پہلو کو ظاہر کریں گے کہ بین الاقوامی تعلیم نے وحشت اور بربریت کے زمانہ میں ذہنی اور اخلاقی زندگی میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر کے اس قابل کر دیا کہ وہ دنیا میں دو ظالم اور باجبروت حکومتوں کو ختم کر کے بین الاقوامی حکومت اور شورائی جمہوری حکومت کا باعث بنے۔ چونکہ عام طور پر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ مسلمانوں نے احادیث و قرآن پاک پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے اسی لئے یہ ادبارِ الٰہی میں مبتلا ہیں زندگی مسلمانوں پر وبالِ جان ہوگئی ہے۔ اے کاش! مسلمان اسوۂ حسنہ اور اقوال رسول کریمؐ پر عمل کرتے اور اپنی زندگی کا لائحہ عمل بناتے شعار اسلامی اور ایمان کا خیال رکھتے تو آج اس معصیت اور گمراہی کا شکار نہ ہوتے۔ مسلمانوں نے قرآن وحدیث سے منہ موڑا۔ اور اللہ و رسول کریمؐ سے رشتہ چھوڑا۔ تو یہ روزِ بد دیکھنا نصیب ہوا۔

ما نصیحت بجائے خود کر دیم!

روزگارے دریں سفر بُو دیم!

گر نیاید بگوشِ رغبتِ کس

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

## بَیعت کی ضرورت

بیعت کے نحوی معنے فروخت کے ہیں اور یہاں پر لفظ بیعت سے مراد خود کو رہبر کے ہاتھ پر فروخت کر دینا ہوگا۔

بیعت کی ضرورت ہے اور یہ لازم وملزوم ہے کہ جب تک انسان اپنے کسی کے محکوم یا تابعدار بنانے کا دعوے دار نہ ہو جائے تکملۂ حیات ناممکن ہے اس لئے کہ انسان آزاد رکھتے ہوئے مذہب کہ اپنی حسبِ منشائ نفس کی تاویلاتمیں عملی صورت دے سکتا ہے۔

لیکن جب کسی رہبر کے تابع فرمان ہو جائے گا تو وہ انسان ہر معاملہ پر اپنے رہبر سے مشورہ کر کے اپنا قدم میدان عمل میں بڑھا سکے گا۔

یہ بیعت کا سلسلہ شرف مذہبِ اسلام ہی میں نہیں بلکہ تمام ادیانِ عالم میں رائج ہے۔

دور نہ جایئے جیسے اہلِ ہنُود کہ وہ بھی کسی گُرو کے چیلے ہوتے ہیں تو وہ خود کو گُرو کا تابعدار سمجھتے ہیں یہودی۔ عیسائی اور سکھ مذہب کے تمام حضرات متفقہ طور پر بیعت کی ضرورت نصب العین حیات کے تحت لازمی قرار دیتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

مذہب اسلام نے بھی باہمی رشتہ اخوت و محبت قائم رکھنے کے لئے اور اپنا روحانی مقام پہچاننے کے لئے بیعت کو ضروری قرار دیا۔ سب سے پہلے میں کلامِ پاک کی آیت سورۃ فتح۔ پارہ ۲۶ رکوع ۱

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اُسے بڑا ثواب دے گا

ترجمہ:۔ ان آیات میں حضرت احدیت حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وَ آلہٖ وَسلّم سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں:۔ کہ اے نبی! ہمؐ نے آپؐ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو:۔ اور اُس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اُس کی تسبیح میں لگے رہو۔

جو لگ آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے جو شخص عہد کو توڑے گا تو اس عہد شکنی کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بدلہ اجرِ عظیم دیگا۔

آیات مندرجہء بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت اَحدیت اپنے حبیب اکرم محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وَ آلہٖ وَسلّم سے فرما رہا ہے۔ کہ دنیا میں ہدایت حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لا کر نیک اعمال اختیار کیے جائیں اور عہدِ بیعت کیا جائے اس کے بغیر تکمیل ایمان و اسلام ناممکن ہے۔

یعنی اگر بندہ و معبود کا رشتہ قائم ہوسکتا ہے تو وہ صرف اسی صورت سے کے بندہ اپنے ہادی کو تلاش کرے اور ہادی ہدایت دینے کے لئے ہر وقت مثلِ سایہ ساتھ رہے۔ بیعت لینے والا بھی مدارج ہدایات سے کما حقہ واقف ہو رہنما پیری مریدی نہ ہو بلکہ ہادی صحیح معنوں میں صاحبِ اجازت خود بھی ہو اور ہدایت حاصل کرنے والے کو ہر طرح سے مطمئن کر سکے۔ لیکن برخلاف ازین آجکل کے صوفی حضرات نے بیعت جسے اوّل رُکن و فرض اسلام کو مذاق وتفریح کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اصل میں تو شیخ کی صورت اللہ کی صورت تصوّر کی جاتی ہے۔ بصحوائے خَلَقَ عَلیٰ آدَمَ صُورَتِہٖ (حدیث) مولانا رومؒ فرماتے ہیں:۔

صُورتِ انساں خدارا دیدہ ام
من خدارا آشکارا دیدہ ام

اس شعر پر بعض لوگ شاید معترض ہوں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب عہد عبدو معبود ہو رہا ہے اور بندہ و مولا کا رشتہ قائم کیا جارہا ہے دستِ الٰہی سے بیعت ہو رہی ہے تو صورت الٰہی سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے بہر حال اپنی اپنی

سمجھ جُدا ہوئی۔ میں تحقیق سے یہی سمجھ سکا ہوں کہ شیخ کو مثالی عالم میں ہادی اِلا اللہ سمجھا جائے اور شیخ کو فنا فی الرسّول مانا جائے تو ہر الجھن ختم ہو جاتی ہے۔

مرید کو شیخ کی تابعداری میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہیے۔

مرید کو احکام شیخ پر پوری مستعدی سے عمل کرنا چاہیے۔

مرید کو جائز اور ناجائز کے سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مرید وہ ہے جو خود کو ملکیت شیخ تصّور کرے ۔

مرید وہ ہے جو شیخ کو ہر وقت اپنے ساتھ تصور کرے اور خود شیخ کا مجسم تصور کامل ہو جائے۔

مرید کو شیخ کی خدمت میں جب حاضری کا موقع ملے تو ادب و احترام کا خاص الخاص خیال رکھے۔

مرید بحضور شیخ مثل بے جان مردہ بن جائے۔

مرید کو افعال شیخ پر نظر نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ احکام شیخ پر عمل کرنا چاہیے۔

مرید جب حضور شیخ حاضر ہو تو شیخ کی پیشانی پر پہلی نظر دیکھے۔ اور

پھر درود شریف کا ورد رکھے اس لئے کے نورِ ایمان پیشانی میں جلوہ گر ہوتا

ہے۔ جب تک انسان نفس امارہ کے وَساوِس کو ختم نہ کر لے اور دل میں

خوف الٰہی نہ رکھے سرور کائنات رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وَ آلہٖ وسلّم کا ارشاد

ہے۔ کہ جس نے اپنے زمانے میں ہادی کو نہ پہچانا وہ جہالت کی موت مرا۔

اسلئے اپنے دورِ حیات میں اپنے ہادی کی معرفت ضروری ہے۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باؤ نہ رسیدی تمام اُبوالہبیت

اگر حضور انور صلّی اللہ علیہ وَ آلہٖ وَسلّم کے دامن سے رشتہ غلامی

وابستہ نہ ہوا تو پھر تمام اعمال بولہبی کی طرح ہیں۔

خیر اندیش

فقیر عنبر علیشاہ وارثی اجمیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# شجرہ عالیہ

## قادریہ، وارثیہ، رضوان اللہ اجمعین

اس شجرہ کو جو شخص بعد نمازِ فجر ایکبار پڑھے گا تو ربّ العالمین ہر بلا و مصیبت سے اس کو محفوظ رکھے گا اور دینی و دنیوی فلاح و بہبود اُس کو نصیب ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ بَارِكَ عَلَى بَحْرِ أَنْوَارِ جَمَالِكَ وَأَحْسَنَ لِقَائِكَ وَضِيَاءِ نُوْرِ قَدِيْمِكَ وَأَعْظَمُ صِفَاتِ قُدْسِكَ وَتَمَامِ وَصْفِكَ بِكُلِّ صِفَاتِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَمَغْفِرَتِكَ وَبِمَكْنُوْنِ سِرِّكَ وَبِتَوْحِيْدِ وَحْدَانِيَتِكَ وَبِبَقَائِكَ وَبِجَمِيْلِ سِرِّكَ وَبِجَمِيْلِ سِرِّكَ وَبِعِزَّةِ رَبُوْبِيَتِكَ وَمُنْتَهَاءِ عِلْمِكَ وَرَحْمَتِكَ وَجَمِيْعِ بَرَكَاتِكَ وَحَسَّانِكَ وَعِرْفَانِكَ وَإِحْسَانِكَ وَمَرَضَاتِكَ وَمُحَبَّتِكَ وَأَفْعَالِكَ وَسَيَّارَتِكَ وَعَطْفِكَ وَلُطْفِكَ وَجُوْدِكَ الْأَعْلَى وَبِحَقِّ حَقَائِقِ حَقَّانِيَتِكَ وَبِفَيْضِ كَمَالِكَ وَعَدَدِ تُوْرَاتِكَ وَزَبُوْرِكَ وَإِنْجِلِيْكَ وَفُرْقَانِكَ وَعَدَدُ كُلِّ شَيْءٍ عَالَمِ مَوْجُوْدَاتِكَ وَعَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدَ الْمُصْطَفَى ﷺ وَعَلَى إِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبْ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَه وَعَلَى سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةِ الزَّهْرَاءِ رضی اللہ عنہا وَعَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا إِمَامِ الْحَسَنِ الْمُجْتَبَى علیہ السلام وَعَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا إِمَامِ الْحُسَيْنِ الشَّهِيْدِ كَرْبَلَاءِ مُعَلَّى علیہ السلام وَجَمِيْعِ آلِ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلَى إِمَامِ الْعَارِفِيْنَ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ وَبَاقِرْ وَجَعْفَرْ وَكَاظِمْ وَمُوْسَى رَضَا وَمَعْرُوْف وَجُنَيْد وَشِبْلِيْ عَبْدِ الْوَاحِدْ وَأَبُوْ

الْفَرْحِ وَبُوْ سَعِيْدٍ وَعَلِيْ شَيْخِ مُحْيِى الدِّيْنِ أَبِي مُحَمَّدِ الْقَادِرِ الْمَكِيْنِ وَرَزَّاق سَيِّد وَعَلِي وَمُوْسَى وَحَسَنِ وَبَهَاءُ الدِّيْنِ وَجَلاَل وَفَرِيْدُ الْمِلَّةِ وَالدِّيْنِ وَإِبْرَاهِيْم وَعَلى إِبْرَاهِيْم أَمَانُ اللهِ الْحُسَيْنِ وَعَلَى هِدَايَةِ الصَّمَدِ الرَّزَّاقِ إِسْمَاعِيل وَشَاكِرِوَنجَاتُ اللهِ عَلَى سَيِّدِنَا خَادِمِ عَلَى الأَعْلَى الشَّيْخِ الْعَالَمِيْنَ سُلْطَانِ الطَّرِيْقَةِ وَإِمَامِ الشَّرِيْعَةِوَارِثِ الْكَوْنَيْنِ مَقْصُوْدَ وَسِلْتِنَا فِي الدَّارَيْنِ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلاَنَا خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ إِمَامِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَجَمِيْعِ أَوْلِيَاءِهِ أَحَبَّهُ وَأَحِبَّاءِهِ وَأُمَّتِهِ وَذُرِّيَاتِهِ أَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

# شکریہ!

میں پُر خلوص طریقہ پر جناب عبد الحمید صاحب مالک انصاف کلاتھ ہاؤس گوجرانوالہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت میں پورا پورا حصہ لیا اللہ تعالیٰ بطفیل رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بصدقہ خواجگانِ چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو ہر دو جہان میں کامیابی عطا فرمائے اور آپ کے اہل وعیال کو بھی دینی و دنیوی مدارج نصیب ہوں۔

این دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

دعا گو

فقیر عنبر علی شاہ وارثی اجمیری

# معزز قارئینِ کرام

اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ جس نے ہمیں یہ توفیق بخشی کہ ہم اپنے پیرومرشد کی فکرانگیز علمی کاوش ''خدا کا وجود گوہر مقصود'' کی اشاعت دوئم کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ اس کتاب کی اشاعت میں میرے بہت سے بھائیوں نے میرا بھرپور ساتھ دیا اگر ان کے نام تحریر کروں تو کئی اوراق پُر ہو جائیں گے۔ خصوصاً میں منیر شہباز وارثی صاحب (بوریوالہ) کا بے حد ممنون ہو جنھوں نے یہ نسخہ خانقاہ کی نذر کر کے اس کام کی اوّلین بنیاد رکھی۔ ساتھ ہی جناب اکمل شاہ وارثی، جناب تاج الدین وارثی کی معاونت اور دلچسپی سے مجھے آسانی ہوئی۔ میں جناب محمد ارشد عزیزی سلیمانی (عزیزیہ پرنٹرز) کا بے حد ممنون ہوں جن کے تجربے سے مجھے استفادہ حاصل ہوا۔

قارئین کرام! میں نے اپنی جانب سے پوری کوشش کی ہے کہ اس

کتاب کی طباعت میں نہ کوئی نقطہ کم ہو نہ زیادہ لیکن انسان خطا سے محفوظ نہیں۔
گر کوئی کمی یا زیادتی ہو تو نا تجربہ کار سمجھ کر اصلاح فرمایئے گا۔

طالبِ دُعا

سیّد صوفی عبدالماجد وارثی

صدر ٹرسٹ و ناظمِ خانقاہ

حضرت بابا خواجہ سیّد عنبر علی شاہ وارثی

# اظہار تشکر

میں محمد ارشد عزیزی سلیمانی بہت مشکور ہوں جناب محترم سیّد صوفی عبدالماجد وارثی کا کہ انہوں نے مجھے اس متبرک کتاب کی اشاعت کا کام سرانجام دینے کا موقع فراہم کیا۔

اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ یہ کتاب حضرت خواجہ عنبر علی شاہ وارثی اجمیریؒ کی ایک معرکتہ الآرا کتاب ہے۔ جس کا عنوان ہی بہت خوبصورت ہے۔

''خدا کا وجود گوہر مقصود''

اس کتاب کی کمپوزنگ میں میرے چھوٹے بھائی محمد اظہر عزیزی نے میری معاونت کی۔ اللہ پاک ہماری اس کاوش کو بحق جملہ بزرگان دین قبول فرمائے۔ (آمین)

طابع
عزیزیہ پرنٹرز
کورنگی

رابطہ: 0311-1095366
a4arshad2001@gmail.com

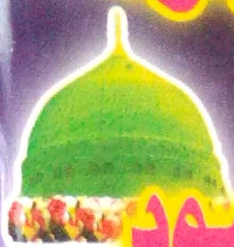
فیضانِ عنبر وارثی رحؒ

# عرفانِ سلسلہ وارثیہ قادریہ

ایف بی گروپ



# خدا کا وجود



# گوہر مقصود

اشاعت دوئم

وابستگان خانقاہ بابا حضرت خواجہ سیدؒ عنبر علی شاہ وارثی چشتی اجمیریؒ

(ٹرسٹ رجسٹرڈ 270)